رجسٹر نمبر ایل ۱۷۷۵

قال اللہ تعالیٰ وقرآنا فرقناہ لتقرأہ علی الناس علی مکث ونزلناہ تنزیلا

چوں آیت موصوفہ دال ست بر فضیلت تعلیم تدریجی برائے عامہ ناس

حاضر باشد یا بادی ۞ و نیز بر ضرورت تعلیم علوم قرآنیہ یعنی دینیہ کہ مشتمل ست بر

مقاصد و مبادی ۞ پس اتباعاً للنص المزبور صحیفہ شہریہ کہ متدرج ست بتدریج شہور

مسمی بہ

الہادی

نمبر | بابت ماہ ذی الحجہ ۱۳۴۵ھ | جلد ۳

کہ جامع ست انواع علوم دینیہ را برائے ہر طالب و جادی و مذکر ست در ہر مجلس و نادی

و مسکن ست برائے ہر جائع و صادی ۞ بصورت ترجمہ رسالہ ترغیب و ترہیب و تسہیل المواعظ

و حل اشتباہات و کلید مثنوی و تشرف و امیر الروایات کہ اکثر آں مستفاد ست از

درگاہ ارشادی یعنی خانقاہ اشرفی امدادی ۞ بادارۂ محمد عثمان عامی ۞ در [illegible] اسلامی

در محبوب المطابع دہلی مطبوع گردید

از کتب خانہ اشرفیہ دریبہ کلاں دہلی [illegible] میگردد

۵ ہذا التفسیر العام ماخوذ من الحدیث اقض بیننا بکتاب اللہ وقضی بالرجم ۱۲

فہرست مضامین

رسالہ الہادی بابت ذی الحجہ ۱۳۴۵ھ

جو بہ برکت دعا حکیم الامۃ محی السنۃ حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی صاحب مدظلہم العالی

کتب خانہ اشرفیہ دریبہ کلان دہلی سے شائع ہوتا ہے

اُصول و مقاصد رسالہ الہادی اور ضروری اطلاعین

(۱) رسالہ ہذا کا مقصود اُمۃ محمدیہ کے عقائد و اخلاق و معاشرت کی اصلاح ہے۔

(۲) یہ رسالہ ہر قمری مہینے کی تیسری تاریخ کو بحمد اللہ عین تاریخ پر ہی شائع ہوتا ہے۔

(۳) رمضان المبارک ۱۳۴۵ھ سے یہ رسالہ معہ ٹائٹل تین جز کا کر دیا گیا ہے اور قیمت سالانہ وہی دو روپے آٹھ آنے۔ (عہ؎)

(۴) سوائے اُن صاحبان کے جو پیشگی قیمت ادا فرما چکے ہیں جملہ حضرات خریداران کی خدمت میں رسالہ وی۔پی بھیجا جائیگا اور دو آنہ خرچ رجسٹری اضافہ کرکے ؏ کا وی۔پی روانہ ہوگا جسپر دو آنہ فیس منی آرڈر ڈاکخانہ اضافہ کریگا اور دو روپے بارہ آنے کا وی۔پی پہنچے گا۔

(۵) جن حضرات کی خدمت میں نمونہ کے طور پر رسالہ ارسال کیا گیا ہے وہ جبتک پیشگی قیمت نہ بھیجیں گے یا وی پی کی اجازت نہ دینگے دوسرا پرچہ نہ بھیجا جائے گا۔

(۶) جو صاحب درمیان سال میں خریدار ہونگے انکی خدمت میں کل پرچے شروع جلد یعنی جمادی الاول ۱۳۴۵ھ سے بھیجے جائینگے اور ابتدا سال سے خریدار سمجھے جائینگے۔

اور اگر الہادی کی جلد اول و دوم درکار ہو طلب فرمادیں مگر اسکی قیمت فی جلد تین روپے ہے علاوہ محصولڈاک

محمد عثمان مالک و مدیر رسالہ الہادی دہلی

عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ میں (مسجد نبوی میں ایک روز) ایسے وقت آیا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کی ایک جماعت میں تشریف فرما تھے ان میں عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بھی تھے مجھے (حضرت کی باتون میں سے) صرف ایک اخیر کی بات ملی (وہ یہ کہ) رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یون فرماتے تھے کہ جو عصر سے پہلے چار رکعت (نفل) پڑہتا رہے گا تو (قیامت کے روز) دوزخ کی آگ اسکے پاس کو بھی نہیں آئے گی۔ یہ حدیث طبرانی نے (اپنی کتاب) اوسط میں نقل کی ہے۔

علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ میری امت میں سے جو افراد عصر سے پہلے کی ان چار رکعتون کو پڑہتے رہینگے تو انکے (جیتے جی ہی) زمین پر چلتے پھرتے ہی انکی یقیناً مغفرت ہو جائے گی یہ حدیث طبرانی نے اوسط میں روایت کی ہے یہ حدیث غریب ہے۔

مغرب و عشا کے درمیان (نفلی) نماز پڑھنے کی ترغیب

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ جس نے مغرب کے (فرض پڑہنے کے) بعد چھ رکعت (نفل) اس طرح پڑھ لیں کہ انکے درمیان میں کوئی بات بری منہ سے نہ نکالی تو ان (چھ ہی رکعتوں) کا ثواب بارہ برس عبادت کرنے کی برابر ہو جائے گا یہ حدیث ابن ماجہ اور ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں روایت کی ہے اور ترمذی نے بھی سب نے عمر بن ابی خثعم کی سند سے نقل کی ہے اور ترمذی نے کہا ہے کہ یہ حدیث غریب ہے۔

عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے فرماتی ہیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ جس نے مغرب کے بعد بیس رکعت پڑھ لیں اللہ میاں اسکے لئے ایک محل جنت میں بنا دینگے۔ یہ حدیث ابن ماجہ نے یعقوب بن ولید کی سند سے روایت کی ہے اور امام احمد وغیرہ نے ان یعقوب کو کاذب کہا ہے (گویا سند میں ضعف رہا)

محمد بن عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے فرماتے ہیں میں نے (اپنے والد)

عمار بن یاسر کو دیکھا کہ آپ بعد مغرب چھ رکعت پڑھا کرتے اور یہ فرمایا کرتے تھے کہ میں نے اپنے محبوب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے کہ آپ بعد مغرب چھ رکعت (نفل) پڑھا کرتے تھے اور یہ فرماتے تھے کہ مغرب کے بعد جو بھی کوئی یہ چھ رکعت پڑھتا رہے گا تو اسکے گناہ سب ہی تو بخشدیے جائینگے اگرچہ وہ گناہ (بہتایت میں) سمندر کے جھاگوں کی برابر کیوں نہ ہوں یہ حدیث طبرانی نے (اپنی) تینوں (کتابوں) میں نقل کی ہے اور کہا ہے کہ اسکے راوی صالح بن قطن بخاری اکیلے ہی ہیں (لہذا یہ حدیث غریب کہی جائیگی) حافظ ابوبکر نے لکھا ہے کہ یہ صالح راوی جو ہیں مجھے انکے مجروح یا عادل ہونے کا ابھی تک ثبوت نہیں ہوا۔

اسود بن یزید سے مروی ہے فرماتے ہیں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ فرماتے تھے کہ ساعت غفلت بھی کیا عمدہ چیز ہے اور اس سے مراد انکی تھی مغرب وعشا کے درمیان نماز (نفل) پڑھنا۔ یہ حدیث طبرانی نے کبیر میں جابر جعفی کی سند سے روایت کی ہے اور اسکو مرفوع نہیں کیا۔

۲۵۰ مکحول سے مروی ہے وہ اسکو آنحضرت کی طرف نسبت کرتے تھے کہ حضور نے یوں فرمایا تھا کہ جس نے مغرب کے بعد بات (چیت) کرنے سے پہلے دو رکعت پڑھ لیں اور ایک روایت میں (بجائے دو کے) چار رکعت ہیں تو اسکی یہ نماز علیین میں پہنچا دی جائیگی یہ روایت رزین نے ذکر کی ہے اصول میں میں نے کہیں نہیں دیکھی۔

انس رضی اللہ عنہ سے آیہ تتجافی جنوبھم عن المضاجع کی تفسیر میں مروی ہے کہ یہ آیہ اُس نماز کے انتظار کرنے کے بارے میں نازل ہوئی تھی جسکو عتمہ کہتے ہیں (یعنی عشا کی نماز) ترمذی نے یہ حدیث روایت کی ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے ابوداؤد نے بھی روایت کی ہے مگر یہ کہا ہے کہ (اس زمانہ کے) آدمی نفلی نماز مغرب وعشا کے درمیان پڑھتے تھے (اُسکے بارے میں نازل ہوئی تھی) اور امام حسن کا قول یہ ہے کہ (اس موقع پر) تہجد کی نماز مراد ہے۔

حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا آپکے پیچھے مغرب کی نماز پڑھی اور عشا تک (وہیں) نماز پڑھتا رہا۔ یہ حدیث

امام نسائی نے اعلیٰ سند سے روایت کی ہے۔

عشا کے بعد (نفلی) نماز پڑھنے کی ترغیب

انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ ظہر سے پہلے چار رکعت پڑھنی (ثواب ملنے میں) عشا کے بعد چار رکعت پڑھنے جیسی ہیں اور عشا کے بعد کی چار رکعتیں (ثواب میں) شب قدر میں چار رکعت پڑھنے جیسی ہیں یہ حدیث طبرانی نے (اپنی کتاب) اوسط میں روایت کی ہے اور براز (بن عازب) کی یہ حدیث پہلے گذر چکی ہے کہ جس نے ظہر سے پہلے چار رکعت پڑھ لیں تو گویا اس نے یہ رکعتیں تہجد میں پڑھی ہیں اور جس نے چار رکعتیں عشا کے بعد پڑھ لیں تو اس نے وہ رکعتیں گویا شب قدر میں پڑھی ہیں اور (کتاب) کبیر میں ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے اس طرح مروی ہے آپ نے فرمایا تھا کہ جس نے عشا کی نماز جماعت سے پڑھ لی پھر مسجد سے نکلنے سے پہلے پہلے چار رکعت (نفل) پڑھ لیں تو اسکا یہ عمل شب قدر میں کرنیکے برابر ہو جائے گا اور اسی باب میں اور چند حدیثیں اس بارے میں ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم عشا کی نماز پڑھنے کے بعد جب اپنے مکان پر تشریف لاتے تھے تو چار رکعت (نفل) پڑھا کرتے تھے (صاحب مصابیح فرماتے ہیں) ہم نے ان حدیثوں کو (اپنی اس کتاب میں) اسلئے ذکر نہیں کیا کہ وہ ہماری اس کتاب کی شرط کے مطابق نہیں ہیں۔

نماز وتر کی ترغیب اور اُن حدیثوں کا بیان جو وتر نہ پڑھنے والوں کے بارے میں آئی ہیں

علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے تھے کہ وتر ایسے ضروری تو نہیں ہیں جیسے اور فرض نمازیں ہیں پر ہاں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہی نے (انکے پڑھنے کا) یہ طریقہ جاری کیا تھا اور آپ یوں فرمایا کرتے تھے کہ اللہ میاں بھی وتر (بلا دوئی کے) ہیں اور

وتر سے محبت رکھتے ہیں پس اے قرآن والو تم وتر پڑھا کرو۔ یہ حدیث ابوداؤد و ترمذی نے
روایت کی ہے یہ (مذکورہ) الفاظ ترمذی کے ہیں نسائی ابن ماجہ اور ابن خزیمہ نے بھی
اپنی (کتاب) صحیح میں روایت کی ہے ترمذی نے اسے حدیث حسن کہا ہے۔

جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا تھا کہ جسکو یہ اندیشہ ہو کہ وہ تہجد کے وقت نہیں اُٹھ سکے گا تو اسکو چاہیئے کہ شروع ہی
رات (یعنی عشا کی نماز کے بعد ہی) وتر پڑھ لیا کرے اور جسکو تہجد کے وقت اٹھنے کا شوق
ہو تو وہ وتروں کو تہجد ہی کے وقت پڑھا کرے کیونکہ تہجد (کا وقت بڑا متبرک ہے اس)
میں فرشتے آموجود ہوتے ہیں اور یہ بڑی اعلیٰ درجہ کی بات ہے یہ حدیث مسلم ترمذی اور
ابن ماجہ وغیرہ نے روایت کی ہے۔

انھیں جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا تھا کہ اے (مسلمانو) قرآن والو تم وتر (برابر) پڑھا کرو کیونکہ اللہ بھی وتر ہیں وہ
وتر سے محبت رکھتے ہیں۔ یہ حدیث ابوداؤد نے روایت کی ہے اور ابن خزیمہ نے بھی
اپنی صحیح میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی سند سے مختصر روایت کی ہے (بایں الفاظ) اللہ وتر
یحب الوتر۔ ۲۵۲

ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ
وسلم سے سُنا ہے آپ فرماتے تھے کہ جو شخص چاشت کی نماز پڑھتا رہا۔ ہر مہینے میں تین روزے
رکھتا رہا اور سفر حضر میں وتر کبھی نہیں چھوڑے تو ایسے آدمی کو (بلا شہید ہوتے ہی) شہید کا
اجر ملے گا۔ یہ حدیث طبرانی نے کبیر میں روایت کی ہے ہاں اسکی سند میں کچھ نقص ہے۔

خارجہ بن حذافہ سے مروی ہے فرماتے ہیں ایک روز ہمارے پاس رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور یہ فرمایا کہ اللہ میاں نے تم پر ایک نماز اور زیادہ
کر دی ہے وہ نماز تمہارے (پڑھنے والوں کے) حق میں سُرخ اونٹوں سے بھی بہتر (اور
فائدہ مند) ہے اور وہ نماز وتر ہے عشا سے لیکر صبح صادق ہوتے تک کے وقت میں اللہ میاں
نے یہ نماز تم پر لازم کر دی ہے۔ یہ حدیث ابوداؤد ابن ماجہ ترمذی نے روایت کی ہے

ترمذی نے کہا ہے کہ یہ حدیث غریب ہے کیونکہ سوائے ایک سند یزید بن حبیب کے اور کسی سند سے یہ معروف نہیں ہے اور امام بخاری نے بھی اسکی سند میں ضعف ہونا فرمایا ہے

ابو تمیم جیشانی سے مروی ہے فرماتے ہیں میں نے عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے سنا ہے وہ فرماتے تھے کہ مجھ سے ایک صحابی رسول اللہ نے بیان کیا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا تھا کہ اللہ میاں نے تم (یعنی میری امت) پر ایک نماز اور زیادہ کردی ہے اس نماز کو عشا کے بعد سے لیکر صبح صادق ہوتے تک کے بیچ بیچ میں پڑھ لیا کرو یاد رکھنا وہ وتر ہے وہ وتر ہے اور وہ صحابی ابو بصرہ غفاری رضی اللہ عنہ ہیں (جو جلیل القدر آدمی ہیں) یہ حدیث امام احمد اور طبرانی نے روایت کی ہے۔ امام احمد کی ایک سند کے راوی صحیح حدیث کے راوی ہیں اور یہی حدیث حضرت معاذ بن جبل، عبد اللہ بن عمرو۔ ابن عباس۔ عقبہ بن عامر جہنی اور عمرو بن العاص وغیرہ سے بھی مروی ہوئی ہے۔

بریدہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپ نے تین مرتبہ یوں فرمایا تھا کہ وتر حق (یعنی واجب) ہیں جس نے (قصداً بلا عذر) وتر نہ پڑھے وہ ہم (مسلمانوں) میں سے نہیں ہے وتر حق ہیں جس نے وتر نہ پڑھے وہ ہم میں سے نہیں ہے جس نے وتر نہ پڑھے وہ ہم میں سے نہیں ہے یہ حدیث امام احمد اور ابو داؤد نے روایت کی ہے یہ لفظ ابو داؤد ہی کے ہیں اور حاکم نے بھی اسکو روایت کرکے صحیح الاسناد کہا ہے۔

۲۵۳

ترغیب اس بارے میں کہ انسان وضو کرکے (تہجد کے لئے) اُٹھنے کے ارادے سے سووے

ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ جو آدمی باوضو سوتا ہے تو اسکے بدن سے لگے کپڑے میں ایک فرشتہ رہتا ہے پھر جس وقت بھی یہ بیدار ہوتا ہے تو وہ فرشتہ ضرور یہ دعا کرتا ہے کہ الٰہی اپنے اس بندے

کی مغفرت فرما دے کیونکہ یہ باوضو سویا ہے یہ حدیث ابن حبان نے اپنی (کتاب) صحیح میں نقل کی ہے۔

معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا تھا کہ جو مسلمان باوضو سویا تھا پھر رات کو اسکی آنکھ کھلی اور اس نے (اپنے لئے) امر دنیا یا آخرت کی بہترائی کی دعا کرلی تو اللہ میاں اسکو وہ دے ہی دیں گے یہ حدیث ابو داؤد نے عاصم بن بھدلہ کی سند سے روایت کی ہے اور نسائی و ابن ماجہ نے بھی۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا تھا کہ تم (غسل و وضو کے ذریعہ اپنے) ان بدنوں کو پاک رکھا کرو اللہ میاں تمہیں پاک ہی کردینگے اسلئے کہ جو بھی اللہ کا بندہ باوضو سوتا ہے اسی کے پاس ایک فرشتہ برابر رات کو رہتا ہے جسوقت یہ کروٹ بدلتا ہے اسیوقت وہ فرشتہ یہ دعا کرتا ہے کہ الٰہی اپنے اس بندے کی مغفرت فرما دو کیونکہ یہ باوضو سویا ہے یہ حدیث طبرانی نے عمدہ سند کے ساتھ اوسط میں نقل کی ہے۔ 254

ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپ فرماتے تھے کہ جو شخص اپنے بچھونے پر باوضو ذکر الٰہی کرتا ہوا سو گیا تو پھر رات کو جسوقت بھی یہ کروٹ بدلتے وقت دنیا یا آخرت کی کسی بہترائی کا سوال کرلے گا تو خدا تعالےٰ اسکو وہ بہترائی عطا ہی کردینگے۔ یہ حدیث ترمذی نے شہر بن حوشب سے نقل کرکے کہا ہے کہ یہ حدیث حسن ہے۔

عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا کہ جس آدمی کی رات کو (تہجد کی) نماز پڑھنے کی عادت ہو اور پھر (کسی روز اتفاقیہ) اسپر نیند کا غلبہ ہو جائے (جس سے وہ نماز نہ پڑھ سکے) تو اللہ میاں ایسے آدمی کیلئے (پڑھی ہوئی) نماز کا اجر لکھدیتے ہیں اور یہ سونا اسکو مفت میں رہتا ہے۔ یہ حدیث امام مالک ابو داؤد اور نسائی نے روایت کی ہے۔

ابو درداء رضی اللہ عنہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا تھا کہ جو شخص اپنے بستر پر یہ ارادہ کرکے لیٹا کہ رات کو اٹھکر تہجد کی نماز پڑھونگا اور پھر نیند کا غلبہ ہونے سے صبح تک اسکی آنکھ نہ کہلی تو خدا تعالےٰ اسکے ارادہ اور نیت کے مطابق اس نماز کا اجر اسکے لئے لکھدینگے اور یہ نیند اسپر اللہ کی طرف سے صدقہ (اور انعام) رہیگی یہ حدیث نسائی اور ابن ماجہ نے عمدہ سند سے روایت کی ہے اور ابن خزیمہ نے بھی اپنی صحیح میں نقل کی ہے۔

شعبہ بطور شک کے ابوذر یا ابو درداء سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا تھا کہ (بندگان الہٰی میں سے) جو بندہ بھی رات کو تہجد کی نماز پڑہنے کا خیال دل میں کرکے سو گیا پھر رات کو اسکی آنکھ نہ کہلی تو ایسے آدمی کی یہ نیند اسپر صدقہ شمار ہوگی گویا اللہ نے اس نیند کے ذریعہ اسپر یہ احسان فرمایا ہے اور جسقدر نماز پڑہنے کا اس نے ارادہ کیا تھا اس نماز کا اجر اسکو برابر ملیگا۔ یہ حدیث ابن حبان نے اپنی صحیح میں مرفوعاً روایت کی ہے۔

٢٥٥

ان کلمات کی ترغیب جنکو آنحضرت بستر پر لیٹتے وقت پڑھا کرتے تھے اور ان حدیثوں کا بیان جو ایسے شخص کے بارے میں آئی ہیں کہ جو بلا ذکر الٰہی کرتے ہوئے سو جائے

براء ابن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا تھا کہ جب تم اپنے بستر پر لیٹنا چاہو تو پہلے یہی وضو کرلو کہ جو نماز کیلئے ہوتی ہے پھر داہنی کروٹ لیٹکر یہ دعا پڑہا کرو۔ اللھم انی اسلمت نفسی الیک ووجھت وجھی الیک وفوضت امری الیک والجأت ظھری الیک رغبۃ ورھبۃ الیک لا ملجأ ولا منجأ منک الا الیک آمنت بکتابک الذی انزلت ونبیک الذی ارسلت (ترجمہ الٰہی

میں نے اپنی جان تمہیں سونپ دی میں نے اپنا رخ تمہاری ہی طرف کر لیا میں نے اپنا (ہر) کام تمہارے ہی سپرد کر دیا میں نے اپنا پشت پناہ تمہیں ہی بنا لیا مجھے امید و بیم تمہیں سے ہے، تمہارے سوا تمہارے (عذاب و عقاب) سے بچنے کے لئے میرے واسطے نہ کوئی پناہ کی جگہ ہے نہ کوئی نجات کی صورت ہے میں تمہاری اس کتاب (یعنی قرآن) پر بھی ایمان لے آیا ہوں جو تم نے نازل فرمائی ہے اور تمہارے ان نبی پر بھی جو تم نے (دنیا میں) بھیجے ہیں) پھر (حضور نے فرمایا) اگر اسی شب میں تمہارا انتقال ہو گیا تو اسلام پر خاتمہ ہو گا (جو آخرت کیلئے اعلےٰ درجہ کا سرمایہ ہے) اور اس دعا کو پڑھنے کے بعد (سوائے سو رہنے کے) اور کوئی بول بات نہ ہونی چاہیئے (تاکہ جس مطلب کے لئے پڑھی ہے وہ حاصل ہو جائے) میں نے (صحیح کرنے کی غرض سے) اس دعا کو پھر حضور کے سامنے پڑھا اور جب میں اس جملہ پر پہنچا کہ امنت بکتابك الذی انزلت تو میں نے (ونبیك کی جگہ) ورسولك کہدیا آپ نے فرمایا نہیں ونبیك الذی ارسلت (کہو) یہ حدیث بخاری مسلم ابوداؤد، ترمذی نسائی اور ابن ماجہ نے روایت کی ہے اور بخاری ترمذی کی ایک اور روایت میں یہ لفظ ہیں کہ اگر اسی شب میں تمہارا انتقال ہو گیا تو اسلام پر خاتمہ ہو گا اور اگر زندہ رہے تو صبح کو باخیر اٹھو گے۔

۲۵۶

رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے مروی ہے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا تھا کہ جب کسی نے (سوتے وقت) داہنی کروٹ لیٹکر یہ دعا پڑھ لی اللھم اسلمت نفسی الیك ووجھت وجھی الیك والجأت ظھری الیك وفوضت امری الیك لا ملجأ منك الا الیك ومن بکتابك ورسولك۔ تو اگر یہ (پڑھنے والا) اسی رات میں مر گیا تو کھلا جنت میں جائے گا۔ یہ حدیث ترمذی نے روایت کی ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث حسن غریب ہے۔

علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے آپ نے ابن اعبد سے فرمایا کہ کیا میں تم سے اپنا اور فاطمہ زہرا صاحبزادی رسول اللہ کا عجیب و غریب واقعہ نہ بیان کر دوں اور صاحبزادی بھی وہ جو سارے گھر کے آدمیوں سے زیادہ آپکی چاہیتی تھیں اور میری نکاح میں تھیں

(باقی آئندہ)

اگرچہ اس سے بیعت ہو کیونکہ بیعت ہونا ایسا ضروری نہیں لیکن یہ بھی نہ سمجھنا چاہیئے کہ بیعت بالکل بیکار ہے جیسا کہ ایک صاحب کہنے لگے کہ بیعت بالکل بیکار ہے اسکی کیا ضرورت ہے کہ کسی کے ہاتھ میں ہاتھ دیکر ہی کام کرے میں نے کہا کہ صاحب آپ نے کبھی علاج بھی کرایا ہی کہ نہیں کہنے لگے کہ ہاں ضرورت کے وقت علاج کرایا ہے میں نے پوچھا کہ ایک حکیم سے علاج کراتے ہو یا اسطرح کہ آج ایک سے کل دوسرے سے پرسوں تیسرے سے کہنے لگے کہ جس حکیم پر اطمینان ہو بس اسی سے علاج کرایا پھر میں نے پوچھا کہ اسمیں آپ نے کیا مصلحت سوچی کہنے لگے کہ روز روز نئے حکیم بدلنے سے کسی ایک کو بھی توجہ اور شفقت بیمار پر نہیں ہوتی کیونکہ کوئی ایک بھی اسکو اپنا بیمار نہیں سمجھتا میں نے کہا بس یہی حکمت اور نفع بیعت ہونے میں ہے کیونکہ بیعت ہونے کے بعد پیر مرید کو اپنا سمجھنے لگتا ہے اور یہ حالت ہوتی ہے کہ یوں کہتا ہے ؎ من غم تو مے خورم تو غم مخور ترجمہ میں تیرا غم کھاتا ہوں تو غم مت کھا مرید کو ہر وقت یہ تسلی رہتی ہے کہ میرا ایک شفیق مہربان میرے ساتھ موجود ہے اور پیر کو یہ خیال ہوتا ہے کہ یہ میرا شخص ہے یہ مصلحت ہے بیعت میں ہاں اگر نرے نذرانہ کی بیعت ہو تو کچھ بھی فائدہ نہیں جیسا کہ آجکل یہ حالت ہے کہ بعضے فخر کرتے ہیں کہ میرے ایک لاکھ مرید ہیں لاحول ولا قوۃ الا باللہ گویا ایک فوج جمع کی ہے غرض یہ کہ اگر نذرانہ کی پیری مریدی نہ ہو تو اسمیں نفع ہے کلام بہت دور پہنچ گیا میں بیان یہ کر رہا تھا کہ اللہ تعالٰے کے ساتھ نسبت اور محبت ایسی چیز ہے کہ جب یہ دل میں جگہ کر لیتی ہے تو سب کوڑا کباڑ دل سے بہ جاتا ہی بس پھر کوئی شبہ نہیں رہتا تو جب یہ تمام وسوسے دور ہو جاوینگے تو کوئی سوال ہی پیدا نہ ہوگا اور معلوم ہو جائیگا کہ ہم کو خدا تعالٰے سے کیا تعلق ہے اسکے بعد کوئی حکم ناگوار نہ گذریگا۔ کیونکہ عاشق کو کوئی حکم محبوب کا ناگوار نہیں ہوتا بلکہ یوں چاہے گا کہ کسی طرح ہر وقت ادھر سے کچھ حکم ہی ہوتا رہے ایک شخص کا قصہ ہے کہ وہ ایک حکیم پر عاشق ہو گیا تھا آخر بیمار پڑا لوگ اس حکیم کو علاج کے لئے لائے تو وہ بیمار یہ آرزو کرتا تھا کہ مجھے کبھی آرام نہ ہو تاکہ اسی بہانہ سے روزانہ یہ حکیم میرے پاس چلا تو آیا کرے صاحبو! واقعی یہ آگ بہت غضب کی چیز ہے کہ عاشق تو عاشق معشوق کو بھی متوجہ کر دیتی ہے دیکھئے اس بیمار کا مرض ہی تو

17

تھا جس نے حکیم کو بھی کھینچ لیا آجکل کے عقلمند اسکو نہ سمجھیں گے کیونکہ یہ ذائقہ بے چکھے ہوئے محض عقل سے معلوم نہیں ہو سکتا اسپر ایک حکایت یاد آئی چند ہی روز ہوئے کہ مجھکو الہ آباد کا سفر کرنا پڑا میرے ہمراہ ایک دوست بھی تھے وہ چونکہ شاعر بھی ہیں اسلئے ایک موقع پر اپنے کچھ اشعار پڑھ رہے تھے ان میں یہ شعر بھی پڑھا ؎

کیا بیٹھا ہے سینے پر زانو کو دھرے قاتل ٭ ہان پھیر بھی دے خنجر کیا دیر لگائی ہے

وہاں پر ایک مولوی صاحب بھی تھے جنکو شعر سے بالکل مناسبت نہ تھی انھوں نے جو یہ شعر سُنا تو نہایت تعجب سے کہا کہ اس شعر کا کیا مطلب ہے یہ تو بالکل غلط معلوم ہوتا ہے کیونکہ نہ تو اصلی محبوب (یعنے اللہ میاں) نے کسی کے گلے پر خنجر پھیرا نہ ان شاعر کے پیر نے کبھی ایسا کیا البتہ طمانچہ شاید کسیکو مار دیا ہو لیکن سینے پر زانو رکھکر تو کبھی نہیں بیٹھے غرض انکو ہر چند سمجھایا گیا لیکن اخیر تک سمجھ ہی میں نہ آیا وہ اسکو برابر غلط ہی کہتے رہے اور لوگ ہنسا کئے تو دیکھئے چونکہ شعر کا ذوق ہی ان کو نہ تھا اسلئے وہ ایک صاف شعر کو بھی نہ سمجھ سکے تو اسیطرح جن لوگوں کو یہ نسبت حاصل نہیں ہے انکی سمجھ میں نہ آئے گا کہ نسبت سے کیا بات پیدا ہو جاتی ہے لیکن ایسے لوگوں کو اہل محبت پر طعنہ کرنا ہرگز مناسب نہیں غرض محبت ایک عجیب چیز ہے ذرا غور کر لیجئے کہ اگر ایک مردار عورت سے محبت ہو جاتی ہے تو کیا حال ہوتا ہے کہ اسکی سخت اور بیہودہ باتیں بھی اچھی معلوم ہوتی ہیں اور بیجا فرمائشیں بھی پوری کی جاتی ہیں اور دل پر ناگواری نہیں ہوتی یہ سب مضامین اس آیت سے مناسبت رکھتے ہیں جسکی اسوقت تلاوت کی گئی تھی کیونکہ اسمیں حکم ہے توبہ کا اور توبہ انسان پر دشوار ہوتی ہے اسلئے کہ گناہ میں لذت ہے لیکن دشواری کی وجہ سے توبہ کو چھوڑنا نہ چاہیئے کیونکہ دشواری صرف شروع میں ہو گی چند روز کے بعد عادت ہو جاتی ہے پھر کچھ دشواری نہیں رہتی پس آیت سے مناسبت کی وجہ سے یہ مضمون بیان کئے گئے اور چونکہ یہ مضامین زیادہ بڑھ گئے ہیں اور اکثر ضروری مضمون اس میں آ گئے ہیں اور وقت بھی زیادہ گذر گیا ہے اسلئے میں آیت کا ترجمہ کر کے بیان کو ختم کرتا ہوں اور آیت کا اصلی مضمون یعنی توبہ کا مفصل بیان خدا نے چاہا تو کسی دوسرے موقع پر ہو جائیگا سو آیت میں

۱۸

خدا تعالے نے توبہ کا حکم دیا ہے فرماتے ہیں کہ اے مسلمانو! خدا کی جانب رجوع کرو اور توبہ کرو دیکھیے خدا تعالے کا کسقدر احسان ہے کہ یون نہیں فرمایا کہ بالکل گناہ ہی نہ کرو بلکہ یہ فرمایا کہ اگر گناہ ہو جاوے تو توبہ کرو۔ صاحبو! اسمیں تو کوئی دقت نہیں ہے اس سے تو ہمت نہیں ہارنی چاہیئے دیکھیے شریعت کی آسانی کو ملاحظہ فرمایئے کہ اول تو یہ حکم ہے کہ بدپرہیزی کرکے بیمار ہی نہ پڑو اور اگر بیمار پڑ جاؤ تو یوں فرماتے ہیں کہ دوا پی لو۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ توبہ سے کیا فائدہ کیونکہ ہم سے پھر گناہ ہوگا میں جواب میں کہا کرتا ہوں کہ یہ قانون بدن کے مرضوں میں کیون نہیں چلایا جاتا کہ علاج سے کیا فائدہ جبکہ اگلے بھادون میں پھر بخار کی آمد ہوگی اب خدا تعالے سے دعا کیجئے کہ وہ عمل کی توفیق دین آمین ＊

تمت

سلسلہ تسہیل المواعظ کا انیسوان [19] وعظ مسمے بہ توبہ کی ضرورت ختم ہوا۔ اب بیسوان وعظ انشاء اللہ تعالے محرم الحرام ۱۳۴۶ھ سے شروع ہوگا۔　19

حکیم الامتہ مجدد الملۃ حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی صاحب مدظلہم العالی کی تازہ تالیف

یعنی

احکام التجلی من التعلی والتدلی

جناب باری عز اسمہ کا دیدار کب ہوگا کہاں ہوگا کس طرح ہوگا۔ اس باب میں حضرت مدظلہم نے نہایت عجیب و لطیف رسالہ تحریر فرمایا ہے اسمین تین فصلیں ہیں فصل اول میں دلائل شرعیہ سے یہ تحریر فرمایا ہے کہ دنیا میں دیدار باری تعالیٰ ممتنع ہے۔ فصل دوم میں یہ بیان کیا ہے کہ اس امتناع سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مقدس مستثنیٰ ہے اور آپکو لیلۃ المعراج میں ظاہری آنکھوں سے دیدار باری تعالیٰ ہوا فصل سوم میں نہایت شرح و بسط سے یہ تحریر فرمایا ہے کہ آخرت میں تمام اہل ایمان کو انہیں ظاہری آنکھوں سے دیدار باری تعالیٰ ہوگا اور فلاں فلاں مقام پر ہوگا اور ہر مقام کے دیدار میں کیا فرق ہے اسکے ساتھ ہی تجلی کے اقسام ذکر فرماکر بہت سے فوائد علمیہ تحریر فرماتے ہیں اسطرح یہ رسالہ ایک مبحث میں مفصل و مکمل ہو گیا ہے۔ قیمت تین آنے۔ خریداران الہادی کے واسطے دو آنے۔ ۲۰

المصالح العقلیہ للاحکام النقلیہ

یعنی اسلامی احکام کی عقلی حکمتیں۔ افسوس ہے کہ خدا تعالیٰ کے احکام بجالاتے اور امرونہی پر عمل کرتے میں ہزاروں حیلے تراشے جاتے اور علتیں دریافت کیجاتی ہیں خصوصاً آجکل نئی تعلیم کے اثر سے علت طلبی کی علت اور بھی زیادہ ہوگئی ہے اور اکثر جدید تعلیمیافتہ تحقیق اسباب و علل کو آڑ بناکر عمل سے بے پرواہ ہو گئے ہیں۔ مگر خدائے تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے حضرت حکیم الامتہ مدظلہم العالی کو کہ المصالح العقلیہ اردو زبان میں تالیف فرماکر آزادان ہند کے لئے رموز و اسرار کا ایسا بیش بہا ذخیرہ جمع فرمادیا ہے جو ایک حق طلب و حق پسند کے لئے ہدایت کا معقول ذریعہ ہو سکتا ہے ورنہ خود پسند و نفس پرست کیلئے تو دفتر بھی کافی نہیں۔ قیمت حصہ اول نو آنے خریداران الہادی کیواسطے ۷؍
ایضاً حصہ دوم ۱۲؍ خریداران الہادی کیواسطے ۸؍ **ایضاً** حصہ سوم ۱۲؍ خریداران الہادی کیواسطے ۸؍

ملنے کا پتہ

محمد عثمان مالک کتبخانہ اشرفیہ دریبہ کلاں دہلی

(ا) جیسا نمبر ۲ میں مذکور ہوا اسلئے اس واقعہ کا قائل ہونا ضروری ہے اسیطرح قیامت کا آنا اور سب مُردوں کا زندہ ہو جانا اور نئی زندگی کا دور شروع ہونا ایک واقعہ منقول محض ع ۵ بالتفسیر المذکور ہے تو اسکے دعوی کرنے والے سے کوئی شخص دلیل عقلی محض کا مطالبہ نہیں کرسکتا اتنا کہدینا کافی ہوگا کہ ان واقعات کا

(ح) ایسے واقعات کے وقوع پر دلیل عقلی کا مطالبہ کرنا محض بے عقلی ہے اور اگر مدعی کوئی دلیل عقلی بیان کرے تو اسکا احسان ہے از روئے اصول و قواعد اس سے مطالبہ اسکا نہیں ہوسکتا اور یہ بھی یاد رکھنا چاہئیے کہ وہ دلیل عقلی جو کچھ بیان کرے گا اسکا حاصل اس سے زیادہ نہ ہوگا کہ ان واقعات کا امکان واضح کردے جس سے گونہ انکا مستبعد ہونا رفع ہوجاوے نہ یہ کہ انکے واقع ہونے کو عقل سے ثابت کرسکتا ہے کیونکہ یہ تو ممکن ہی نہیں واقع ہونا اور چیز ہے اور ممکن الوقوع ہونا اور چیز۔ اسی جنس سے قیامت کی خبریں ہیں جو شریعت میں آئی ہین کہ ایک دن جزا و سزا کا آئے گا اور سب مردے زندہ ہونگے اور نئے قسم کی زندگی کا دور شروع ہوگا کہ اسکے بعد فنا نہ ہوگی نیکوکار جنت میں جائینگے اور بدکار دوزخ میں پھر نہ وہ جنت سے کبھی نکلینگے اور نہ وہ دوزخ سے۔ یہ واقعات ان مذکورہ سات قسموں میں سے قسم دوم میں داخل ہیں یعنے ان کا ثبوت صرف خبر سے ہوا ہے نہ مشاہدہ وہان تک پہونچ سکتا ہے کیونکہ زمانہ آیندہ کے واقعات میں جیسا گزشتہ زمانہ نظر سے غائب ہوتا ہے کہ سکندر اور دارا کی لڑائی کو اب کوئی نہیں دیکھ سکتا اسیطرح زمانہ آئندہ نظر سے پوشیدہ ہے کہ اسکو آنکھ سے نہیں دیکھ سکتے اور نہ استدلال عقلی واقعات کے وقوع کو ثابت کرسکتا ہے جیسا کہ اوپر بیاں ہوا تو ثابت ہوا کہ قیامت کے واقعات صرف ثابت بالخبر ہیں تو اگر مخبر سچا ہے تو ان واقعات پر ایسا ہی اطمینان اور ایمان ہونا چاہئیے جیسے سکندر اور دارا کے وجود اور لڑائی پر کیونکہ وہ واقعات بھی ثابت بالخبر ہی تو ہیں اور قیامت کے واقعات کی خبر دینے والوں کی سچائی اپنے موقع پر دلیل سے ثابت ہے جب انبیا علیہم السلام نے دعوی نبوت کیا تو جسطرح بھی کسی نے ثبوت مانگا اسیطرح انکا اطمینان کیا حتی کہ کسیکو

۵۷ یعنے ایسا ہے کہ صرف خبر ہی سے اسکا ثبوت ہوتا ہے ۱۲ منہ۔

(۱) محال عقلی ہونا کسی دلیل سے ثابت نہیں گو سمجھ میں نہ آوے کیونکہ ان دونوں کا ایک ہونا صحیح نہیں جیسا نمبر ۱ میں بیان ہوا ہے پس ممکن ٹھیرا اور اس امر ممکن کے وقوع کی ایسے شخص نے خبر دی ہے جسکا صدق دلائل سے ثابت ہے اسلئے حسب نمبر ۲ اسکے وقوع کا قائل ہونا واجب ہوگا اور اگر ایسے واقعات کی کوئی دلیل عقلی محض بیان کیجاویگی۔ تو حقیقت اُسکی رفع استبعاد ہوگا جو مستدل کا تبرع محض ہے اسکے ذمہ نہیں۔

دلیل پیش کرنے والا ۱۲ احسان ۱۲

نمبر ۶ نظیر اور دلیل جسکو آجکل ثبوت کہتے ہیں ایک نہیں اور مدعی سے دلیل کا

(ح) مجال انکار نہیں رہی گو بعض لوگ بوجہ عناد انکار کرتے رہے مگر صدق وحقانیت انکے دلوں نے تسلیم کی وجحدوا بہا واستیقنتہا انفسہم ظلما وعلوا یعنے معاندین انکار کرتے رہے محض ناانصافی اور تکبر سے حالانکہ انکے دلوں نے انکی حقانیت مان لی تھی) ثابت ہوا کہ قیامت کے واقعات جسطرح خبر صحیح میں آتے ہیں سب واجب التسلیم ہیں۔ جب ایک ذریعہ سے ثابت ہوگئے تو دوسری قسم کی دلیل ان پر مانگنا درست نہیں نہ مشاہدہ کا مطالبہ ہوسکتا ہے نہ دلیل عقلی کا، مشاہدہ تو آیندہ آنیوالے واقعات کا سب جانتے ہیں کہ ہوہی نہیں سکتا اور دلیل عقلی کسی واقعہ کے وقوع کو نہیں بیان کرسکتی۔ دلیل عقلی صرف اتنا کرسکتی ہے کہ انکا امکان ثابت کرے سو امکان قیامت کے تمام واقعات کا ثابت ہے کیونکہ امکان کے یہ معنی ہیں کہ دلیل عقلی سے انکا محال وممتنع ہونا ثابت نہ ہو۔ قیامت کا واقعہ ایک بھی ایسا نہیں جسکا محال ہونا کوئی ثابت کرسکے ہاں مستبعد ہیں سو مستبعد محال اور ناممکن نہیں ہوتا جیسا کہ اصول موضوعہ نمبر ۱ میں بیان ہوا غرض قیامت کے واقعات گو مستبعد ہوں مگر ممکن ضرور ہیں اور خبر صحیح میں انکا واقع ہونا آیا ہے لہذا انکا ماننا ضروری ہوا اور دلیل عقلی مانگنا بے عقلی۔

اصل نمبر ۶۔ آجکل ایک یہ بھی جہالت اور بدمذاقی شائع ہورہی ہے کہ دین کی جب کوئی بات ذرا ئی سی جو روزمرہ کی عادت کے خلاف ہو سنتے ہیں تو فوراً بول اُٹھتے ہیں کہ ایسا ہو نہیں سکتا اگر یہ صحیح ہے تو اسکا ثبوت لاؤ اور ثبوت کس کو سمجھتے ہیں نظیر کو یعنی اس جیسا

۵۸

۵۷ محال عقلی ہونا اور سمجھ میں نہ آنا ۱۲ منہ

(۱) مطالبہ جائز ہو مگر نظیر کا مطالبہ جائز نہیں۔

شرح۔ مثلاً کوئی شخص دعوی کرے کہ شاہ جارج پنجم نے تخت نشینی کا دربار دہلی میں منعقد کیا اور کوئی شخص کہے کہ ہم تو جب مانیں گے جب کوئی اسکی نظیر بھی ثابت کرو کہ اس سے قبل کسی اور بادشاہ انگلستان نے ایسا کیا ہو اور

(ح) کوئی اور واقعہ پیش کرنے کو۔ اگر نظیر نہ پیش کیجاوے تو اسکو ایسا غلط سمجھتے ہیں کہ تمام شرعی صریح دلیلوں میں تاویل کر لینا بلکہ تحریف کر لینا اور رد کر دینا انکو سہل ہوتا ہے لیکن اسکو صحیح معنوں پر قائم رکھنا مشکل ہوتا ہے اسمیں بیباکی اس حد تک پہنچ گئی ہے کہ معجزات کا قطعی انکار اور فرشتوں کا انکار اور قیامت کے واقعات میں ایسی تاویلیں کرتے ہیں کہ وہ بھی درحقیقت انکار ہی میں داخل ہیں دیگر معجزات کی نسبت کیا کہا جاوے حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے بلا باپ کے پیدا ہونے کا انکار کیا ہے محض اس بنیاد پر کہ اسکی نظیر عادۃً نہیں پائی جاتی حالانکہ قرآن کی آیتیں جا بجا خصوصاً سورہ مریم میں ایسی صریح موجود ہیں جن میں کوئی بھی تاویل نہیں چل سکتی حتی کہ اس قائل کو بھی کوئی تاویل نہ مل سکی تو اسی پر اکتفا کرنا پڑا کہ یہ سہی کہ فرشتہ اور حضرت مریم علیہا السلام کے درمیان بن باپ کے پیدا ہونے کے متعلق گفتگو ہوئی اور وہ سب کچھ ہوا جو آیتوں میں مذکور ہے مگر اسکی کیا دلیل ہے کہ ان سب باتوں کے بعد یوسف نجار سے نکاح ہوا (نعوذ باللہ) اور اس سے ہی عیسےٰ علیہ السلام پیدا ہوئے۔ ناظرین اندازہ کر سکتے ہیں کہ خود حضرت مریم کا فرشتہ سے تعجب سے یہ کہنا کہ میرے بچہ کیسے ہوگا میری شادی نہیں ہوئی اور اسکا جواب دینا کہ حق تعالےٰ کا حکم ایسے ہی ہے یہ صحیح تھا یا فرشتوں کو یوں جواب دینا چاہیئے تھا کہ تمہاری شادی یوسف نجار سے ہوگی تعجب نہ کرو۔ پھر حضرت عیسےٰ علیہ السلام کا پیدا ہونا اور تمام لوگوں کا ان پر اعتراض کرنا کہ تو نے یہ کیا حرکت کی نہ تیری ددھیال میں کوئی بدچلن ہوا ہے نہ ننہیال میں تو نے یہ بچہ کہاں سے حاصل کیا۔ اسپر حضرت عیسےٰ علیہ السلام کا بولنا اور انکی پاکدامنی ثابت کرنا کیا معنی رکھتا ہے یوسف نجار سے اگر نکاح ہو گیا تھا تو پھر قوم کو کیوں تعجب ہوا۔ ایسی ہی تاویل کو تاویل القول بما لا یرضی بہ القائل اور تحریف کہتے ہیں فرشتوں کو

(ا) اگر نظیر نہ لاسکو تو ہم اس واقعہ کو غلط سمجھیں گے تو کیا اس مدعی کے ذمہ کسی نظیر کا پیش کرنا ضرور ہوگا یا یہ کہنا کافی ہوگا کہ گو اسکی نظیر ہم کو معلوم نہیں لیکن ہمارے پاس اس واقعہ کی دلیل صحیح موجود ہے کہ مشاہدہ کرنے والے آئے ہیں۔

(ح) قوائے الہیہ یعنے خدائے تعالیٰ کی قوتیں کہا ہے یہ بھی نہیں سوچا کہ اسکے کیا معنے ہونگے قوت تو عرض ہے فرشتوں کے جو صفات شریعت میں آئے ہیں ان سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ از قبیل جواہر ہیں نہ از قبیل اعراض اور کیا ذات خداوندی جل وعلاشانہ کیلئے اعراض ہوسکتے ہیں اعراض کا ہونا علامت حدوث کی ہے اور حدوث وقدم نقیضین ہیں یہ ایسی غلطی ہے کہ باطل سے باطل مذہب والا بھی حدوث باری تعالےٰ کے قائل ہونے کے لئے تیار نہیں ہوسکتا قیامت اور جنت ودوزخ کے متعلق کہدیا کہ کوئی کام بلا خوف وامید کے نہیں ہوتا شریعت نے ڈرانے کے لئے دوزخ کی خبریں اور اُمید دلانے اور حوصلہ بڑھانیکے لئے جنت کی خبریں دی ہیں ورنہ در حقیقت روحانی رنج کا نام دوزخ اور روحانی چین کا نام جنت ہے۔ قائل نے یہ بھی نہیں خیال کیا کہ جب یہ بات بھی معلوم ہوگئی کہ یہ صرف ڈرانے اور للچانے کی باتیں ہیں اور اصلیت کچھ بھی نہیں ہے تو خوف وامید ہی کہاں رہی پھر جو غرض تھی یعنے اعمال کی ہمت وہ کہاں حاصل ہوسکتی ہے ان سب کی بنا اتنی سی بات پر ہے کہ ان کو معجزات اور فرشتوں اور واقعات قیامت کی نظیر عادۃً نہیں ملی اور وہ نظیر کو اور دلیل کو ایک سمجھتے ہیں تو ان کے نزدیک یہ سب دعوے بلا دلیل ہوئے اس مغالطہ کا حل اس اصول موضوعہ نمبر ۶ میں ہے۔ حاصل اسکا یہ ہے کہ نظیر اور دلیل کو ایک سمجھنا غلطی ہے کسی دعوے کے ثابت کرنے کے لئے دلیل کی بیشک ضرورت ہے نظیر کی ضرورت قابل تسلیم نہیں۔ نظیر کی ضرورت اگر مان لیجاوے تو یہ معنے ہونگے کہ ہر واقعہ کم ازکم دو دفعہ ہونا چاہیئے تب قابل تصدیق ہو اور جبتک کہ دو دفعہ نہ ہوجاوے اسکو غلط کہتے رہنا چاہیئے حالانکہ یہ بداہۃً غلط ہے اور کوئی بیوقوف سے بیوقوف بھی اسکو نہیں مانتا موٹی بات ہے کہ سکندر ذوالقرنین جیسا بادشاہ ایک ہی ہوا ہے دوسرا بادشاہ جو اسکا نظیر ہو پیش نہیں کیا جاسکتا تو کیا جبتک کہ دوسرا کوئی بادشاہ بالکل اسی کی طرح کا نہ ہوجائے اسوقت تک سکندر ذوالقرنین کے تمام تاریخی واقعات کا بلکہ اسکے وجود کا بھی

(ح) انکار کرنا چاہیئے اور اگر کوئی زمانہ آئندہ میں موجود ہو جاوے تو اب ان تمام واقعات کو صحیح ماننا چاہیئے یہ کیا کھیل ہے کہ جس بات کو غلط کہدیا پھر وہ صحیح ہوگئی یہ مجنونانہ حرکت ہے اور اگر نظیر کے ساتھ کامل کی قید اور بڑھادی جاوے تب تو ایک واقعہ کی بھی بلکہ کسی موجود چیز کی بھی نظیر نہیں ملسکتی۔ نظیر کامل کے یہ معنے ہیں کہ سب طرح سے ایک واقعہ یا ایک چیز دوسرے کے مشابہ ہو کسی بات میں بھی فرق نہ ہو اس صورت میں کسی بادشاہ گذشتہ بلکہ موجود کی تصدیق نہیں کیجاسکتی مثلاً کوئی کہے کہ ملکہ وکٹوریہ ایک فرمانروائے انگلستان تھی اور اسپر کوئی کہے کہ ہم نہیں مانتے تاوقتیکہ اسکی نظیر (کامل) نہ پیش کرو تو ظاہر ہے کہ نظیر کامل جو من کل الوجوہ ملکہ مذکورہ کی نظیر ہو وہی صورت ہو وہی نام ہو وہی قد وہی مولد و مسکن وہی مدت سلطنت ہو وہی امن و امان عملداری میں ہو قیامت تک کوئی پیش نہیں کرسکتا تو چاہیئے کہ ملکہ مذکورہ کے وجود کا انکار کردیا جاوے کیونکہ دعوے بلا دلیل رہگیا۔ علی ہذا جارج بادشاہ کے وجود کا کوئی دعوے کرے تو اس سے مطالبہ کیا جاوے کہ نظیر (کامل) بالمعنے المذکور پیش کرو تو ہرگز کوئی پیش نہیں کرسکتا لہذا جارج بادشاہ کے وجود اور عملداری اور فرمانروائی کا انکار کردینا چاہیئے اور خود جو جی چاہے قتل و غارت تسلط سب کچھ کرلینا چاہیئے (ایسا کرکے دیکھیے ابھی دست بدست عملی جواب ملجائے گا اور معلوم ہو جائیگا۔ کہ یہ اصول کہانتک سچا ہے کہ ہر بات کے لئے نظیر کا مطالبہ کرنا چاہیئے) نہ معلوم یہ لفظ (نظیر لاؤ) نئے تعلیم یافتہ اصحاب نے کس سے سیکھا ہے اکثر باتوں میں انکے مقتدا اہل یورپ ہیں انکے نزدیک خود یہ مقولہ غلط ہے اسواسطے کہ اگر انکے نزدیک یہ مقولہ صحیح ہے تو ایجاد کا تو دروازہ ہی بند ہو جائے جسپر اہل یورپ کی دن رات مدح سرائی کی جاتی ہے کیونکہ اگر انکے نزدیک بھی یہ اصول مسلم ہی کہ جبتک کسی چیز کی نظیر نہ ہو اسوقت تک اسکو غلط اور باطل کہنا چاہیئے تو جب انکا ذہن ایک نئی بات کی طرف چلے یہ کہکر بیٹھ رہنا چاہیئے کہ یہ تجویز بالکل غلط اور باطل ہے کیونکہ اسکی نظیر نہیں مثلاً جس وقت تک گراموفون ایجاد نہیں ہوا تھا اس کی کوشش کرنا بنابر اصول مذکورہ غلط راہ اختیار کرنا تھا یا اب جو ایجادیں نئی ہو رہی ہیں سب میں غلط راستہ اختیار کیا جارہا ہے تو اس بنا پر تو

۶۱

(ح) اہل یورپ شایانِ نفرین ہوئے نہ قابل تحسین حالانکہ ان ہی لوگوں کا عملدرآمد اسکے خلاف ہے اور سب کی نظریں اہل یورپ پر استحسان کے ساتھ پڑتی ہیں سخت تعجب کی بات ہے کہ دنیا کے کاموں میں تو بڑی سے بڑی اور نئی سے نئی بات کے لئے نظیر لاؤ کا لفظ نہیں اختیار کیا جاتا حتیٰ کہ ایک دفعہ کسی اخبار میں خبر چھپی تھی کہ یورپ کا کوئی محقق مریخ میں پہونچ گیا اور وہاں عجیب عجیب چیزیں دیکھیں دودھ کی نہریں سونے چاندی کی اینٹوں کے مکان ہمیشہ رہنے والے میوے طرح طرح کے جانور وغیرہ وغیرہ۔ اسپر کسی تعلیم یافتہ کے منہ سے نہ نکلا کہ اسکی نظیر لاؤ ورنہ غلط کہا جائے گا۔ اسپر تحسین اور داد کے نعرے لگائے جاتے ہیں ۔ کہ اہل یورپ بھی کس درجہ باہمت انسان ہیں کہ خیال ہوا کہ مریخ میں جاویں تو اس خیال کو پورا کر کے ہی چھوڑا اور اب زمین سے اور مریخ تک ڈاک جایا کرے گی اور عام آمدورفت ہونے لگے گی۔ پھر بعد میں ظاہر ہوا کہ یہ سب اپریل فول تھا غرض دنیا کی باتوں میں تو بڑی سے بڑی بات کے بارے میں بھی نظیر لاؤ کا سوال نہیں اور دین کے بارے میں حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی ولادت کے بارے میں بھی جو تاریخی واقعہ ہے نظیر لاؤ کا سوال ہوتا ہے وجہ اسکی سوائے اسکے اور کچھ نہیں کہ دین سے اسقدر اجنبیت ہوگئی ہے کہ اسکی ہر بات سے وحشت کا ظہور طرح طرح سے ہوتا ہے احکام میں تو حکمت بھی پوچھی جاتی ہے کہ نماز میں کیا حکمت ہے زکوٰۃ میں کیا حکمت ہے روزہ میں کیا حکمت ہے اگر اسمیں حکمت اپنے مذاق کے موافق بتائی گئی تب تو تسلیم ہے ورنہ وہ وحشت رفع نہیں ہوتی بلکہ اور زیادہ ہو جاتی ہے اور عقائد میں اس وحشت کا ظہور اس طرح ہوتا ہے کہ بات بات پر سوال ہوتا ہے کہ اسکی نظیر لاؤ حالانکہ یہ سوال محض مہمل ہے جیسا کہ بیان ہوا نفس کے لئے یہ بہانہ ان عقائد سے علیحدگی کے لئے کافی ہو جاتا ہے ازروئے قاعدہ مطالبہ کسی واقعہ کے لئے ثبوت کا ہو سکتا ہے جسکو دلیل کہتے ہیں اور نظیر دلیل نہیں دلیل وہی تین چیزیں ہیں جو نمبر ۴ میں بیان ہوئیں۔ یعنے مشاہدہ اور سچی خبر اور استدلال عقلی۔ تو جارج بادشاہ کی تخت نشینی کی خبر کی تصدیق کے لئے ان میں سے ایک کا ہونا کافی ہے اور اسکا مطالبہ صحیح ہے اور یہ کہنا کافی ہے کہ ہمارے پاس اس دربار کے مشاہدہ کرنیوالے آئے ہیں جنکی خبر قابل وثوق ہے

۶۲

(ا) یا اگر مقام گفتگو پر کوئی مشاہدہ کرنے والا نہ ہو تو یون کہنا کافی ہو گا کہ اخبارون میں چھپا ہے کیا اس دلیل کے بعد پھر اس واقعہ کے ماننے کے لئے نظیر کا بھی انتظار ہو گا اسیطرح اگر کوئی شخص دعوے کرے کہ قیامت کے روز ہاتھ پاؤن کلام

(ح) بلکہ صرف اتنا کہنا بھی کافی ہو جاتا ہے کہ یہ خبر اخبارون میں چھپی ہے اخبارون میں ایسی خبریں دیکھکر ایسا اطمینان ہو جاتا ہے کہ کچھ تردد نہیں رہتا اور اگر کوئی اس صورت میں کہے کہ اسکی نظیر لاؤ تو اسکو وہمی اور خبطی کہا جاتا ہے زمانہ جنگ کے تمام واقعات اخباروں ہی کی خبروں پر سچے سمجھے جاتے تھے اور ان ہی کی بنا پر مفید باتوں پر اظہار مسرت کے جلسے اور بری باتوں پر اظہار رنج و نفرت کے جلسے کئے جاتے تھے کسی ایک تعلیم یافتہ نے بھی کسی واقعہ کی نسبت یہ سوال نہیں کیا کہ اسکی نظیر لاؤ تب ہم تسلیم کرینگے کہ جنگ میں ایسے واقعات ہوئے پہلے کبھی ایسی عظیم الشان باین ساز و سامان جنگ ہی نہیں ہوئی کہ نظیر آویگی کہاں سے۔ ذرا سوچنے کی بات ہے کہ اگر نظیر سے ثبوت ہوتا ہے اور بلا دلیل کے دعوے باطل ہوتا ہے تو اگر کوئی بادشاہ زمانہ جنگ مین اس اصول پر اعتماد کرے تو ایسی عظیم الشان جنگ ہونیکی تیاریونکی خبر سنکر یہ کہکر بیٹھ رہتا کہ ایسا ہو نہیں سکتا کیونکہ اسکی کوئی نظیر نہیں۔ اور کوئی سامان جنگ کا یا مدافعت کا نکرتا تو اسکا کیا حشر ہوتا سوائے اسکے کہ ملک سے بھی ہاتھ دہو بیٹھتا اور جان کے بھی لالے پڑجاتے ایسے موقع پر عقلا کا عملدرآمد یہ رہا ہے کہ احتیاط کا پہلو اختیار کیا جاوے اور ان آفتون کا انتظام کر لیا جاوے جنکا وہم و گمان بھی نہ ہو چنانچہ جتنی جس بادشاہ سے ہو سکیں تیاریاں کرلیں پھر بھی بعضوں پر زوال آگیا۔ تعجب ہی کہ دنیا کے بارے میں تو اسکو عقلمندی کہا جاتا ہے کہ نظیر کے بھروسہ پر نہ رہا جاوے بلکہ علاج واقعہ پیش از وقوع باید کرد پر عمل کیا جاوے اور آخرت کے بارے میں کسی بڑے سے بڑے ہولناک واقعہ کی خبر سے کھٹکا تک دل میں نہیں پیدا ہوتا اور یہ کہکر تسلی کرلیجاتی ہے کہ اسکی نظیر لاؤ ورنہ اسکے ماننے میں تامل ہے عقل کی بات تو یہ ہے کہ یہاں بھی احتیاط کا پہلو اختیار کیا جاوے اور تمام تیاریان ان واقعات کے دفعیہ کی کرلیجاویں جنگی خبر سچی جا رہی ہے حتی کہ اگر بفرض محال وہ واقعات نہ بھی پیش آویں تو حرج ہی کیا ہے

۶۳

(ل) کرینگے تواس سے کسیکو نظیر مانگنے کا حق نہیں اور نہ نظیر نہ پیش کرنے پرکسی کو اسکی تکذیب کا حق حاصل ہے البتہ دلیل کا قائم کرنا اسکے ذمہ ضروری ہے اور چونکہ وہ منقول محض ہے اسلئے حسب نمبر ۵ اسقدر استدلال کافی ہے۔
یعنے صرف دلیل نقلی سے ثابت ہو سکتا ہے ۱۲

(ح) غرض کسی دعوے پر نظیر کا سوال بالکل مہمل اور بے عقلی ہے جیسا کہ مشرح بیان ہوا بنا بریں جب اہل شرع دعوے کرتے ہیں کہ قیامت کے روز ہاتھ پیر بولیں گے اور نیکی اور بدی کی گواہی دینگے تو اسپر ان سے نظیر کا مطالبہ کرنا بیجا مطالبہ ہے اور نظیر نہ دینے کی صورت میں انکی تکذیب کرنا غلطی ہے دعوے پر مطالبہ دلیل کا ہوا کرتا ہے اور ثابت ہو چکا کہ نظیر دلیل نہیں لہذا اسکا مطالبہ تو درست نہیں ہاں دلیل کا مطالبہ کرنا درست ہے اور مدعی کے ذمہ ہے کہ دلیل پیش کرے۔ اوپر نمبر ۴ میں بیان ہوا ہے اور ثابت کر دیا گیا ہے کہ واقعات کا ثبوت تین قسم کی دلیلوں سے ہوا کرتا ہے یا مشاہدہ سے یا سچی خبر سے یا استدلال عقلی سے ان میں سے ایک قسم کی دلیل بھی اگر ہو جاوے تو واقعہ کا سچا ہونا ثابت ہو جاتا ہے زمانہ ماضی اور زمانہ آیندہ کے واقعات کے لئے مشاہدہ تو ہے نہیں مثلاً سکندر اور دارا کی لڑائی کی خبر کے ثبوت میں کوئی مشاہدہ نہیں پیش کر سکتا جب زمانہ ماضی کا مشاہدہ نہیں پیش کیا جا سکتا جو ایک دفعہ وجود میں بھی آچکا ہے تو زمانہ مستقبل کے متعلق مشاہدہ کیسے پیش کیا جا سکتا ہے جو ابھی وجود میں آیا بھی نہیں بس رہگئیں دو باقی ماندہ صورتیں یعنے خبر اور استدلال عقلی۔ ان دونوں میں سے استدلال عقلی کو بھی زیر بحث مسئلہ میں یعنے قیامت کے واقعات میں دخل نہیں سوائے اسکے کہ عقل یہ حکم کرے کہ یہ واقعات ممکن الوقوع ہیں یا ممتنع الوقوع سو عقل حکم کرتی ہے کہ سب ممکن الوقوع ہیں کیونکہ انکے واقع ہونے سے کوئی محال عقلی لازم نہیں آتا اب رہ گئی تیسری دلیل یعنے خبر صادق سو وہ موجود ہے قرآن و حدیث میں صاف صاف آیا ہے کہ اعضاء بولیں گے سو یہ ایک قسم کی دلیل موجود ہے اب اسپر اعتقاد نہ رکھنا دلیل کے خلاف کرتا ہے رہی یہ بات کہ اللہ رسول کی دی ہوئی خبر صادق ہے یا نہیں اسکے ثابت کرنے کے لئے اہل علم ہر وقت موجود ہیں یہ سوال غیر مسلم کر سکتا ہے اگر خدانخواستہ کسی مسلمان کو بھی اسمیں کچھ تامل ہے تو پہلے اسکو چاہیئے کہ غیر مسلموں کی جماعت میں اپنے کو شمار کرے یہ سوال کرے اُسوقت یہ سوال غیر موزوں نہ ہوگا۔

(باقی آیندہ)

یوں ہی اسکو سمجھو کہ جب تک ناقص ہو اسوقت تک تمہاری غذا ناسوتی ہے جب کسیقدر کامل ہوگے یہ غذا بھی کم ہوگی اور دوسری غذا ملیگی بالآخر تمہاری غذا بالکل روحانی ہو جاویگی۔ ہاں وہ بات تو رہ ہی گئی جو ہم کہنا چاہتے تھے لیکن ہم نہیں کہتے وہ اگر خدا چاہے گا تو تم کو وسائط فیض حق سبحانہ سے معلوم ہوگی۔

اے تو در کشتی تن رفتہ بخواب آب را دیدی نگر در آب آب

یعنی اے شخص کہ تو کشتی تن میں سو رہا ہے۔ ارے تو نے پانی کو تو دیکھ لیا مگر اس پانی کے پانی کو بھی تو دیکھ مطلب یہ کہ اگر تمہاری نظر متنبہ کرنے سے روح پر بھی پہونچ گئی اور تم نے اسکو بھی دیکھ لیا تو کیا ہوتا ہے ارے اسپر نظر کر کہ جو اسکی بھی روح ہے یعنی حضرت حق کی طرف نظر کر کہ فلاح دارین حاصل ہو۔

۲۴۹

آب را آبے ست کو میراندش روح را روحی ست کو میخواندش

یعنی پانی کیلئے بھی پانی ہے جو کہ اسکو چلا رہا ہے اور روح کی بھی ایک روح ہے جو کہ اسکو بلا رہی ہے اسلئے کہ روح کے جو تصرفات ہیں وہ تو آخر حضرت حق ہی کی طرف سے ہیں بس اسکو طلب کرنا چاہیئے آگے اس ذات کا قدیم ہونا بتاتے ہیں کہ۔

موسئے و عیسئے کجا بد کآفتاب کشت موجودات را می داد آب

یعنی موسئے اور عیسئے کہاں تھے کہ وہ آفتاب حقیقی کشت موجودات کو پانی دے رہا تھا یعنی جبکہ حق تعالے موجودات میں تصرفات فرما رہے تھے اسوقت بھلا کوئی بتا دے کہ موسئے کہاں تھے جنکی روح آج ایسی ہے اور عیسئے کہاں تھے پس جب کوئی نہ تھا تو وہ تھا اور جب کوئی

نہ ہو گا تو وہ ہو گا۔

آدم و حوا کجا بد آن زمان　　　که خدا افگند این زہ در کمان

یعنی اُسوقت آدم و حوا کہاں تھے جبکہ حق تعالےٰ نے اس زہ کو کمان میں ڈالا یعنی جبکہ عالم میں تصرفات فرمائے اور اسکو پیدا فرمایا تو یہ آدم و حوا کہاں تھے بلکہ عالم تو ان سے بھی پہلے ہی اگرچہ حادث ہے مگر پھر بھی ان سے تو پہلے ہی ہے لہذا اس ذات قدیم کو حاصل اور تلاش کرنا چاہئے اور اسمیں عمر گنوا دے کہ سو شہیدوں سے اسکی وہ تربت جو اس طلب میں ہو اولے ہے آگے فرماتے ہیں کہ۔

این سخن ہم ناقص ست و ابتر ست　　　آن سخن که نیست ناقص زان سرست

یعنی یہ بات بھی ناقص اور ابتر ہے اور جو بات کہ ناقص نہیں ہو وہ اسطرف کی ہے مطلب یہ کہ ہم نے جو آفتاب و آب سے تشبیہ دیدی ہے یہ بھی ناقص ہی ہے اور صرف مثال ہے مثل نہیں ہے ۲۵۰ اسلئے کہ مثال تو مشارک فی الوصف کو کہتے ہیں اور مثل مشارک فی النوع کو تو حق تعالیٰ کی مثال تو بیان ہو سکتی ہے مگر مثل کوئی بیان نہیں کر سکتا اور پھر مثال بھی جو بیان کرتے ہیں وہ بھی ناقص ہی ہوتی ہے وہ بھی پوری طرح بیان نہیں ہو سکتی ہے اسلئے اسکے بیان سے بھی عاجز ہیں

گر بگویم زان بلغزد پاے تو　　　ور نگویم ہیچ ازاں ای واے تو

یعنی اگر میں اُس میں سے کچھ کہتا ہوں تو تیرا پاؤں لغزش کریگا اور اگر نہیں کہتا ہوں تو اے شخص تیری حالت پر افسوس ہی مطلب یہ کہ اگر مثال بیان کرتا ہوں تو ممکن ہے کہ تو اسکو مثل سمجھہ جاوے اور پھر کفر میں مبتلا ہو اور اگر کچھ بھی بیان نہیں کرتا تو تیری حالت پر افسوس ہوتا ہے کہ تو بالکل ہی جاہل رہا جاتا ہے۔

ور بگویم در مثال صورتے　　　بر ہمان صورت بہ چسپے ای فتے

یعنی اور اگر میں کسی صورت کی تمثال میں بیان کرتا ہوں تو اے جوان تو اسی صورت پر چپک جاویگا
یعنی بس اسکو ذات سمجھ جاؤگے لہذا سخت مشکل آگئی ہے اور تمہاری یہ حالت ہے کہ

بستہ پائے چون گیاہ اندر زمین سر بجنبانی بباد بے یقین

یعنی تو گھاس کی طرح زمین میں بستہ پا ہے اور بلا یقین کے ہوا سے سر ہلا رہا ہے۔

لیک پایت نیست تا نقلے کنی تا مگر پا را ازین گل بر کنی

یعنی لیکن تیرا پاؤں نہیں ہے تاکہ تو کوئی نقل کرے تاکہ شاید تیرا پاؤں اس مٹی سے اکھڑ جاوے
مطلب یہ کہ تمہارا پاؤں تو اس دنیا میں پھنسا ہوا ہے اور عمدہ مضامین کو سنکر فوراً سر ہلانے
لگتے ہو تو یاد رکھو کہ اس سر ہلانے سے تم اپنی جگہ سے نہیں ہٹ سکتے اس دنیا کی دلدل سے
تو جب رہائی ہوگی جبکہ اپنے پاؤں سے چلوگے ورنہ سر ہلانے سے کچھ نہیں ہوتا اور جب اپنے
پاؤں کو حرکت دوگے اسیوقت تم کو اسکی بھی قابلیت ہوجاویگی کہ تم ان مضامین کو بھی سمجھ سکو
اور غلطی نہ ہو۔

چون کنی پا را حیاتت زین گل است این حیاتت را روش بس مشکل است

یعنی تو اس سے کسطرح پاؤں اکھاڑے تیری حیات تو اسی مٹی سے ہے تو اس حیات سے تو روش
مشکل ہی مطلب یہ کہ دنیاوی حیات سے تو وصول الی الحق مشکل ہے بلکہ۔

چون حیات از حق بگیری اے روی پس غنی گردی ز گل در دل روی

یعنی اے سیراب جب تو حق تعالے سے حیات کو حاصل کریگا تو اس گل سے غنی ہوجاویگا اور
دل میں چلا جاویگا۔ یعنی پھر اس دنیاوی تعلق سے چھوٹکر قلب کی راہ پر چلوگے جو کہ راہ حق
ہے۔ آگے اس چھوٹنے یعد وصل ہو جانے کی ایک مثال فرماتے ہیں کہ۔

شیر خوارہ چون ز دایہ بگسلد لوت خوارہ شد مر او را مے ہلد

یعنی شیر خوار بچہ جب دایہ سے الگ ہو جاتا ہے تو وہ غذا خوار ہو جاتا ہے اور اس (دودھ) کو چھوڑ دیتا ہے (اور اگر اس شیر مادر کو ترک نہ کرتا تو آج یہ قسم قسم کی غذائیں کہاں سے کھاتا)

بستۂ شیر زمینے چون حبوب ۔۔۔ جوئے فطام خویش از قوت القلوب

یعنی تو اس زمین کے دودھ میں بندھا ہوا ہے دانوں کی مانند تو تو اس سے فطام کو قوت القلوب سے تلاش کر مطلب یہ کہ جس طرح حبوب زمین سے غذا حاصل کر کے نشو و نما حاصل کرتے ہیں اسیطرح تم اس دنیا سے غذا حاصل کر رہے ہو تو تم اس دودھ کے چھوٹنے کی تدبیر کو قوت القلوب یعنی حضرت حق سے تلاش کرو کہ پھر اسکے مقتضیات سے نکلکر دوسری غذا حاصل ہوگی۔

قوت حکمت خور کہ شد نور ستیر ۔۔۔ اے تو نور بے حجب را نا پذیر

۲۵۲ یعنی تو حکمت کی غذا کھا کہ وہ نور مستور ہے اے وہ شخص کہ تو نور بے حجاب کو ناپذیر ہے اور جب غذائے حکمت کھاؤ گے تو یہ ہوگا کہ۔

تا پذیرا گردی اے جان نور را ۔۔۔ تا بہ بینی بے حجب مستور را

یعنی اے جانان تاکہ تم نور کے قابل ہو جاؤ اور تاکہ اس مستور کو بے حجاب ہو کر دیکھو یعنی اگر تم قوت حکمت کو حاصل کرو گے تو پھر تمہارے اندر اس نور کے قبول کی قابلیت ہو جاویگی اور یہ ہوگا کہ۔

چون ستارہ سیر بر گردون کنی ۔۔۔ بلکہ بے گردون سفر بیچون کنی

یعنی ستارہ کیطرح تم آسمان پر سیر کرو گے بلکہ بے سماں کے سفر بے کیف کرو گے مطلب یہ کہ پھر تم کو عالم ملکوت سے تعلق ہو جاویگا اور اسوقت تم کو عروج اور سیر میں کسی کیف کی ضرورت نہ ہوگی بلکہ بے کیف تمہاری سیر ہوگی آگے اس سیر کی ایک مثال بتاتے ہیں کہ

یہ سیر کوئی عجیب نہیں ہے بلکہ تم ایک دفعہ کر بھی چکے ہو فرماتے ہیں کہ۔

آنچنان کز نیست در ہست آمدی　　ہین بگو چون آمدی مست آمدی

یعنی جس طرح کہ تو نیست سے ہست میں آیا ہاں ذرا کہہ کہ تو کسطرح مست آیا مطلب یہ کہ جسطرح اول عدم سے وجود میں آئے کہ اسکی کیفیت تم کو معلوم ہے کچھ بھی نہیں بس صرف تم اسوقت مست تھے کچھ خبر نہ تھی صرف حضرت حق پہ نظر تھی اسیطرح اگر اب مست ہو جاؤ گے تو تم کو اب بھی اسیطرح سیر حاصل ہو جاوے گی ہاں اب اتنا ضرور ہو گیا ہے کہ۔

راہہائے آمدن یادت نماند　　لیک رمزے بر تو بر خواہیم خواند

یعنی تجھے آنے کے راستے یاد نہیں رہے لیکن ہم ایک رمز اس میں سے تجھے بتا دینگے یعنی ہم ان راہ کا کچھ پتہ دینگے۔ لہذا اب یہ کر کہ۔

۲۵۳

ہوش را بگذار انگہ ہوش دار　　گوش را بر بند وانگہ گوش دار

یعنی (اس) ہوش (ظاہری) کو چھوڑ اور پھر ذرا ہوش رکھہ اور (ان ظاہری) کان کو تو بند کر اسوقت کان لگا۔ مطلب یہ کہ ان رموز کے سننے کے لئے ان حواس ظاہری کی ضرورت نہیں ہے بلکہ حواس قلب اور حس باطن کی ضرورت ہے لہذا ان حواس کو کھول اور انکو بند کر چونکہ مولانا غایت جوش میں تھے اسلئے یہ تو کہدیا کہ ہم تم سے کہتے ہیں مگر پھر سنبھلے اسلئے آگے فرماتے ہیں کہ۔

نی نگویم زانکہ تو خامی ہنوز　　در بہاری و ندیدستی تموز

یعنی میں نہیں بتاتا اسلئے کہ تو ابھی خام ہے اور ابھی بہار میں ہے تموز کو نہیں دیکھا ہے مطلب یہ کہ چونکہ ابھی تم خام ہو اسلئے ہم تم سے بیان نہیں کرتے اسلئے کہ غالب احتمال غلطی کا ہے اب تم بہار میں تو آ گئے ہو مگر ابھی گرمی نہیں پڑی کہ تم کو سینک کر پختہ بنا دیں اسلئے ابھی کچے

رہگئے ہو آگے اس خامی کی مثال فرماتے ہیں کہ۔

این جہان ہمچون درخت است ای کرام　　ما برو چون میوہائے نیم خام

یعنی اے کرام یہ جہان ایک درخت کی مانند ہے اور ہم اسپر مانند ادھکچرے میوؤں کے ہیں

سخت گیرد خامہا در شاخ را　　زانکہ در خامے نشاید کاخ را

یعنی کچے میوے شاخ کو مضبوط پکڑتے ہیں اسلئے کہ خامی کی حالت میں وہ محلوں کے لائق نہیں ہیں (لہذا درخت ہی کو خوب پکڑے ہوتے ہیں)۔

چون بپخت و گشت شیرین لب گزان　　سست گیرد شاخہا را بعد ازان

یعنی جبکہ پختہ ہوگیا اور شیرین تو (اپنی پہلی حالت خامی پر) لب کاٹتا ہوا اسکے بعد شاخون کو بہت سست پکڑتا ہے مطلب یہ ہے کہ یہ جہان تو درخت ہے اور ہم اسپر میوے ہیں تو میوہ جبتک خام رہتا ہے شاخ کو مضبوط پکڑے رہتا ہے اسلئے کہ وہ ابھی اس قابل نہیں ہوا ہے کہ محلوں میں جاکر نازنینوں کے منہ سے لگے اس طرح ہم جبتک خام ہیں اسوقت تک اس جہان مین خوب مضبوط جکڑے ہوئے ہیں اور اس سے الگ نہیں ہوتے اسلئے کہ ابھی اس قابل نہیں ہوئے کہ عالم غیب میں جاکر ملکوت میں ملیں تو اگر کوئی شخص اس میوہ نیم خام کو درخت سے الگ کرکے محل میں لیجاوے تو یہ ہوگا کہ اتنے سے بھی جاویگا اور بالکل ہی سڑ جاویگا۔ اسیطرح اگر اس حالت میں ہم سے علوم و معارف بیان کردئے جاویں تو ابھی اس قابل تو ہوئے نہیں کہ انکو سمجھہ سکیں لہذا اتنے ایمان سے بھی جاوینگے اور شاید نوبت (نعوذ باللہ) کفر کی آجاوے ہان جب میوہ پختہ ہوجاتا ہے تو اب وہ شاخ سے برائے نام ہی لگا ہوا ہوتا ہے ذرا سی ٹھیس سے نیچے آرہتا ہے اسیطرح جب ہم پختہ ہوجاوینگے تو اس وقت ہم کو ذراسی حرکت کی ضرورت ہوگی کہ اس حرکت سے سب مراحل طے ہوجاویں اور میوہ پختہ جب ہوتا ہے کہ اسپر گرمی پڑے تو وہ گرمی اسکو سینک سینک کر پکا دیتی ہے اسیطرح ہم

۲۵۴

پختہ جب ہو سکتے ہیں جبکہ مجاہدات و ریاضات کریں لہذا مولانا نے یہاں سے مجاہدہ کی بھی ترغیب دی ہے لہذا جب مجاہدہ کرکے صفائی حاصل ہو گی اور فہم میں ترقی ہو جاوے گی اسوقت ذرا سے اشارہ سے یہ علوم حاصل ہو سکتے ہیں اور ذوق سے معلوم ہوتا ہے کہ مولانا جس مضمون کو بیان کرتے کرتے ہماری خامی کی وجہ سے رک گئے ہیں وہ مضمون ظلیت کا ہے کہ تمام مخلوق ظل ہے حق تعالیٰ کی تو چونکہ یہ مضمون بہت ہی نازک تھا اس لئے بیان نہیں فرمایا کہ احتمال غالب غلطی کا تھا آگے اس مثال کو خود ممثل لہ پر منطبق فرماتے ہیں کہ۔

چون از ان اقبال شیرین شد دہان سرد شد بر آدمی ملک جہان

یعنی جبکہ اس اقبال حق سے منہ میٹھا ہو گیا تو آدمی پر یہ ملک جہان سرد ہو جاتا ہے مطلب یہ کہ جب انسان کو عالم غیب کی شیرینی میسر ہو جاتی ہے تو یہ تمام جہان اسکی نظر میں ہیچ ہو جاتا ہے اور اسکا دل اس سے سرد ہو جاتا ہے بس ذرا سے اشارہ میں وصل حق ہو جاتا ہے پھر یہ تمام علوم و معارف اسکے سامنے مثل آئینہ کے ہوتے ہیں۔

سخت گیری و تعصب خامی است تا جنینی کار خون آشامی است

یعنی (اس جہان کو) مضبوط پکڑنا یہ خامی ہے اور تم جبتک جنین ہو تمہارا کام خون پینا ہی ہے مطلب یہ کہ تم جو اس دنیا میں منہمک ہو یہ علامت ہے اسکی کہ ابھی خامی تمہارے اندر موجود ہے تب تو اس میوۂ خام کی طرح چپکے ہو اور جب تک اس دنیاوی لذات میں ہو معلوم ہوتا ہے کہ ابھی جنین ہو کہ اس ناپاک شے کو استعمال کر رہے ہو ورنہ اگر تم پختہ ہوتے یا انسان کامل ہوتے تو کیوں اس دنیا میں اس طرح لگے ہوتے اور اس مردار کو کیوں منہ لگاتے تو بس مجاہدہ کرو کہ اس سے صفائی قلب میں پیدا ہو کر کام بنجاویگا آگے فرماتے ہیں کہ۔

چیز دیگر ماند اما گفتنش با تو روح القدس گوید بے منش

یعنی ایک اور چیز بھی رہگئی ہے لیکن اسکے نہ کہنے کی وجہ یہ ہو کہ تجھ سے اسکو روح القدس

بلا میرے فرما دینگے روح القدس سے مراد وسائط فیض مطلب یہ کہ ہم ان علوم کو تو بیان نہیں کر سکتے مگر ہاں ایک چیز ہے کہ جو تم کو خود حاصل ہو جاوےگی مگر اسمیں میرے واسطہ کی ضرورت نہیں ہے وہ تم کو خود حاصل ہو جاوےگی اور وہ وجدان ہے کہ جسکے ذریعہ سے علوم و معارف کو حاصل کر سکتے ہو اب اسکا حاصل یہ ہوا کہ مجاہدہ کرو کہ اس سے قلب میں صفائی ہوگی اور پھر اس قابل ہو جاؤگے کہ یہ علوم جنکو آج خامی کی وجہ سے سمجھ نہیں سکتے ہو انشاء اللہ تم کو خود حاصل ہونگے یہان تو مولانا نے فیض بذریعہ وسائط کی حاصل ہونے کو کہا ہے آگے بطور اضراب کے فرماتے ہیں کہ۔ نے تو گوئی ہم بگوش خویشتن الخ

شرح حبیبی

۲۵۶ نے تو گوئی ہم بگوش خویشتن — بے من و بے غیر من ای ہم تو من

ہمچو آن وقتے کہ خواب اندر روی — تو ز پیش خود بہ پیش خود شوی

بشنوی از خویش و پنداری فلان — با تو اندر خواب گفتست آن نہان

تو یکے تو نیستی اے خوش رفیق — بلکہ گردونی و دریائے عمیق

آن توئی زفت ست کان نہصد توست — قلزم ست و غرقہ گاہ صد توست

خود چہ جائے حد بیداری و خواب — دم مزن واللہ اعلم بالصواب

اُوپر بیان کیا تھا کہ وہ اسرار تم کو وسائط فیض حق سُبحانہ سے معلوم ہونگے اب ترقی کرکے فرماتے ہیں کہ کیسے وسائط بلکہ تو خود اسرار کو اپنے کان میں بیان کرنگا نہ میں بیان کرونگا نہ میرا غیر تم یہ شبہ نہ کرنا کہ مین بھی تو آپ کا غیر ہون جب میں خود بیان کرونگا تو آپ کے غیر نے تو بیان کیا پھر بے غیر من کہان درست رہا۔ کیونکہ تو میرا غیر نہیں بلکہ تو اور میں تو اتفق اعراض کے اعتبار سے یا اسلئے کہ ہم دونوں ایک ظاہر کے مظاہر اور ایک ہی حقیقت اصطلاحیہ یعنی اسماء الٰہیہ کے افراد اصطلاحیہ یعنی مظاہر ہیں تو ہم اور تم متغائر نہ ہوئے پس اب کوئی اشکال نہ رہا نیز یہ بھی شبہ نہ کرنا کہ میں اپنے کان میں کیونکر کہہ سکتا ہون اسلئے کہ تم جب خواب دیکھتے ہو تو تمہیں دیکھتے ہو کہ میں فلاں کے پاس گیا اور اس نے مجھ سے یہ کہا وہ دوسرا شخص کون ہوتا ہے خود تمہاری ہی رُوح جو اس صورت میں متمثل ہو کر تم کو نظر آتی ہے پس دیکھو تم خود اپنے پاس جاتے ہو علیٰ ہذا جو تم سے خواب میں کچھ کہتا ہے وہ کون ہوتا ہے وہ بھی تمہاری روح جو اس شکل کے ساتھ متمثل ہوتی ہے پس دیکھو تم خود اپنے سے سنتے ہو لیکن تم کو اس عینیت کا احساس نہیں۔ تم یہی سمجھتے ہو کہ میں فلاں کے پاس گیا اور فلاں نے مجھ سے بیان کیا پس یوں ہی سمجھ لو کہ وہ وسائط خود تم ہی ہوگے اسلئے کہ وہ واسطہ خود تمہاری حقیقت اصطلاحیہ ہوگا یعنی اسم الٰہی تم کو واقعۂ خواب سے آگاہ ہو کر متحیر نہ ہونا چاہیئے اسلئے کہ تم ایک ہی شئے نہیں ہو بلکہ تم تو آسمان اور بڑے گہرے سمندر ہو کہ ہزاروں عجائبات کو اپنے اندر لئے ہو مگر تمہیں اپنے کمالات کی خبر نہیں اسلئے ذرا سی عجیب بات سنکر متحیر ہو جاتے ہو۔

آدمی تو وہ بڑی نہ ہے جو سیکڑوں تہیں اپنے اندر رکھتا ہے بلکہ وہ تو ایک سمندر ہے جسمیں سیکڑوں تہیں غرق ہو جائیں یعنی انسان تو تمام حقائق موجودہ کا جامع ہے ایک بیداری وخواب کیا چیز ہیں اور انکا اجتماع ایک وقت میں جیسا کہ واقعۂ خواب سے ظاہر ہوتا ہے کہ آدمی سوتا بھی ہے اور بیداری کا کام بھی کرتا ہے یعنی آتا جاتا بھی ہے بولتا اور سُنتا بھی ہے وغیرہ وغیرہ کیا تعجب کی بات ہے اس سے تو اس سے بڑی عجائبات کا ظہور بھی تعجب خیز نہیں پس تم کو ان واقعات میں شکوک وشبہات نہ کرنے چاہئیں اور خاموشی کے ساتھ ان کو سُننا اور ماننا چاہیئے مضمون ختم ہوا اور خدا اسکی صحت سے خوب واقف ہے کہ

سب صحیح ہے یا کہیں لغزش ہوگئی ہے اسکے بعد خاموشی کے نتائج بتلاتے ہیں۔

شرح شبیری

نے تو گوئی ہم بگوش خویشتن ۔۔۔ بے من و بے غیر من اے ہم تو من

یعنی نہیں تو اپنے ہی کان میں کہے گا بے میرے اور بے میرے غیر کے اے وہ شخص کہ میں بھی تو ہے مولانا کی یہ ایک تعبیر ہے جسکا عنوان مولانا نے یہ اختیار کیا ہے اول معنونکو سمجھہ لو پھر یہ بھی سمجھہ میں آجاویگا بات یہ ہے کہ صوفیہ اسکے تو قائل ہیں ہی کہ عالم میں جسقدر فیض جس کسی کو بھی ہوتا ہے وہ کسی نہ کسی اسم الٰہی کا ظہور ہوتا ہے تو وہ اسم ظاہر اور یہ شخص اسکے لئے مظہر ہوتا ہے اور صوفیہ کی یہ بھی ایک اصطلاح ہے کہ وہ اس اسم ظاہر کو اس شخص کی حقیقت کہدیا کرتے ہیں مثلاً ایک شخص کو ہدایت ہوئی تو یہ حضرات فرماتے ہیں کہ اسکے اندر اسم ہادی کا ظہور ہوا اور اسم ہادی اس شخص کی حقیقت ہے پھر ان اسمار کا جو ظہور ہوتا ہے اور ان سے جو فیض ہوتا ہے وہ اول تو بواسطہ مخلوق کے ہوتا ہے مگر ایک وہ وقت آتا ہے کہ اس شخص کو خود حق سبحانہ تعالےٰ سے فیض ہونے لگتا ہے اور وہ اسماء بلا واسطہ کسی کے خود اس شخص کے اندر ظہور کرتے ہیں اور اسکو مستفیض کرتے ہیں تو اسوقت میں یہ حضرات کہتے ہیں کہ یہ شخص خود اپنی حقیقت سے یعنی اس اسم سے جو کہ اسکے اندر ظہور کر رہا ہے مستفیض ہو رہا ہے تو اس مرتبہ میں گویا کہ یہ شخص یہ خود اپنی ہی ذات سے مستفیض ہو رہا ہے اور علوم و معارف خود بخود اسکو حاصل ہونے لگتے ہیں بس مولانا اسیکو فرماتے ہیں کہ ہم نے جو کہا تھا کہ تم کو وہ وجدان حاصل ہوجاویگا اور اسمیں میری تو ضرورت نہ ہوگی مگر اور وسائط فیض کی ضرورت ہوگی اب فرماتے ہیں کہ ایک وہ مرتبہ آویگا کہ اسمیں نہ میری اور نہ میرے غیر کی کسیکی بھی ضرورت نہ ہوگی یعنے مخلوق کا واسطہ ہی نہ رہے گا بس بلا واسطہ حضرت حق سے فیض ہونے لگے گا اسیکو تعبیر اسطرح فرمایا کہ تم اپنے کان میں خود بات کہوگے یعنی اپنی اس حقیقت سے مستفیض ہوگے کہ وہ حقیقت خود تم ہی ہو

۲۵۸

اسلئے کہ وہ تمہاری حقیقت ہے اور اس حقیقت کے وہ معنی نہیں جیسے کہ انسان کے لئے حیوان ناطق حقیقت ہوتی ہے بلکہ مراد یہ ہے کہ وہ تمہارے اندر ظہور کئے ہوئے ہوگا اور اس سے تم کو فیض ہوگا اور اسیکی طرف مولانا نے اسمیں اشارہ کر دیا ہے فرماتے ہیں کہ اے ہم تو من یعنی اس مرتبہ حقیقت میں میں اور تو دونوں ایک ہیں مثلاً دو شخص ہیں اور دونوں میں اسم ہادی کا ظہور رہوا تو اس مرتبہ میں ان دونوں کی حقیقت کو ایک ہی کہا جاویگا اور کہیں گے کہ یہ دونوں مرتبۂ حقیقت میں ایک ہیں ہاں خصوصیات کے لحاظ کرنے سے ان میں تغائر آگیا ہے ورنہ وہ اس مرتبہ مین ایک ہی ہیں اور بعض بزرگ جو فرماتے ہیں کہ میاں شیخ کی حقیقت مرید کے ہر وقت ہمراہ رہتی ہے اب جو ان اصطلاحات سے ناواقف ہے اسکو تعجب ہوتا ہے اور وہ شیخ کو حاضر و ناظر سمجھکر کفر میں مبتلا ہوتا ہے حالانکہ انکا مقصود یہ ہوتا ہے کہ شیخ کی حقیقت جو کہ اسم ہادی ہے وہ انسان کے ہر وقت ہمراہ رہتی ہے اب دیکھو تو سہیں کوئی اشکال نہیں ہے تو مولانا کی تعبیر اور ہی اور مقصود مولانا کا یہ ہے جو کہ اب تقریر کرنے سے بحمد اللہ واضح ہوگیا اصل تو اسکی یہ ہے اسمیں بعض نے غلو کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ شجر میں سے جو موسیٰ علیہ السلام کو آواز آئی تھی وہ بھی خود اُن کی حقیقت تھی وہ حق تعالےٰ کا نور نہ تھا اور کسی قسم کی باتیں کہتے ہیں تو یہ سب واہیات ہے بس اصل صرف یہ ہے جو بیان کی گئی ہے آگے تقریب کے لئے اسکی ایک مثال بھی فرماتے ہیں کہ۔

ہمچو آن وقتے کہ خواب اندر روی　　　تو ز پیش خود بہ پیش خود شوی

یعنی جیسے کہ تم جسوقت کہ سو جاتے ہو تو اپنے ہی سامنے سے اپنے سامنے ہوتے ہو۔

بشنوی از خویش و پنداری فلان　　　با تو اندر خواب گفت ست آن نہان

یعنی اپنے ہی سے باتیں سنتے ہو اور سمجھتے ہو کہ فلان نے تم سے خواب میں وہ پوشیدہ بات کہی ہے مطلب اسکا یہ سمجھو کہ یہ حال کل خوابوں کا نہیں ہے بلکہ بعض مرتبہ ایسا ہوتا ہے کہ خواب میں یہ شخص دیکھتا ہے کہ خود یہی شخص سامنے سے آرہا ہے تو یہ اپنے وجود کو خود ہی

سامنے سے دیکھہ رہا ہے وجہ اسکی یہ ہوتی ہے کہ روح اشکال متفرق میں متشکل ہوتی ہے اور وہ اسکی روح دوسری شکل میں متمثل ہوکر اسکے سامنے آجاتی ہے اور بعض مرتبہ ایسا ہوتا ہے کہ یہ شخص کسی دوسرے کو دیکھتا ہے کہ اس نے اس سے یہ کہا مگر وہ خود اسکی روح ہوتی ہے کہ وہ دوسری صورت میں متمثل ہوگئی ہے اور بعض مرتبہ جسکو اس نے دیکھا ہے خود اسکی روح ہی ہوتی ہے تو مولانا ان بعض حالات کے اعتبار سے فرماتے ہیں کہ یہ شخص خود اپنی رُوح کو دوسری شکل میں متمثل دیکھکر اسکو دوسرا سمجھے ہوئے ہے مگر وہ خود اسکی رُوح ہے اور یہ اکثر طلباء کو ہوتا ہے کہ وہ مثلاً ایک مضمون کا مطالعہ دیکھتے دیکھتے سوگئے اور وہ مطالعہ میں انکو حل نہ ہوسکا تو انکو خواب میں حل ہوجاتا ہے تو یہ جو حل کرنے والا ہے یہ خود اس شخص کی روح ہے کہ بعد سونے کے اسکے اندر یکسوئی پیدا ہوئی اور اس نے دوسری صورت میں متمثل ہوکر اسکو فیض پہنچایا تو دیکھو جسطرح کہ یہاں خود اس شخص کی حقیقت اسکو فیض پہنچارہی ہے اسیطرح وہاں بھی اسکی حقیقت اسکو فیض پہنچاتی ہے اور یہ تو عالم ملکوت کی حالت ہے ہمیں تو اگر ایسا ہوجاوے تو کچھ بعید نہیں ہے بزرگوں کے قصے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس عالم ناسوت میں بھی ۲۶۰ انکو ایسا پیش آتا ہے ایک بزرگ کی بابت لکھا ہے کہ انکی شکایت قاضی کے یہاں سماع سننے کی ہوئی تو قاضی نے محتسب کو روانہ کیا تاکہ احتساب کرے جب وہ قریب آیا تو وہ حضرت سامنے تشریف لائے اور انکی سنتر صورتیں تھیں اور بولے کہ لو اپنے مجرم کو پہچان لو تو دیکھو یہ جسقدر صورتیں تھیں ساری ان بزرگ کی رُوح کی شکلیں تھیں اور بہت سے قصے ایسے ہیں تو پھر اگر ملکوت میں کہا جاوے کہ رُوح انسان مختلف اشکال میں ظاہر ہوجاتی ہے تو کیا حرج ہے اس سے معلوم ہوا کہ انسان ایک نہیں ہے بلکہ اسکے اندر ایک بہت بڑا عالم ہے کہ جسکی مختلف اشکال ہیں اسکو فرماتے ہیں کہ۔

تو یکے تو نیستی اے خوش رفیق بلکہ گردونی و دریائے عمیق

یعنی تو ایک تو نہیں ہے اے اچھے ساتھی بلکہ تو تو گردون ہے اور دریائے عمیق ہے مطلب یہ کہ اے انسان تو مرتبہ رُوح میں ایک تو نہیں ہے بلکہ تیرے اندر بہت سے اعتبارات ہیں۔

(باقی آئندہ)

الحدیث فی الصحیحین من
حدیث عمرؓ ما اتاک من هذا
المال وانت غیر مشرف ولا
سائل فخذه الحدیث **ف** فیه
بعض الادب بقبول الهدیة
من اشتراطه بعدم
الاشراف وعلامته التاذی
بعدم اتیانه

الحدیث للسائل حق وان
جاء علی فرس ابوداؤد من حدیث
الحسین بن علی ومن حدیث
علی وفی الاول یعلی بن ابی
یحیی جهله ابو حاتم
ووثقه ابن حبان فی الثانی
شیخ لم یسم وسکت
علیهما ابوداؤد وما
ذکر ابن الصلاح فی
علوم الحدیث انه
بلغه عن احمد بن حنبل
قال اربعة احادیث
تدور فی الاسواق

حدیث صحیحین میں ہے حضرت عمرؓ کی
حدیث ہے کہ جو مال تمہارے پاس اس حالت
میں آوے کہ تم کو نہ اوس کا انتظار ہوا اور نہ تم
اوس کا سوال کرو تو اوسکو لے لیا کرو **ف**
اس حدیث میں قبول ہدیہ کا ایک ادب ہے
یعنی اوسمیں شرط یہ ہے کہ اوس کا انتظار
نہ ہو اور انتظار کی یہ علامت ہے کہ اوس
مال کے نہ آنے سے اسکو ناگواری ہو۔

حدیث سائل کا حق ہے اگرچہ وہ گھوڑے
پر آوے روایت کیا اسکو ابوداؤد نے
حسین بن علیؓ کی حدیث سے اور نیز حضرت علی
کی حدیث سے اور اوّل طریق میں یعلی
ابن ابی یحییٰ ہیں جسکو ابوحاتم نے مجہول کہا
ہے اور ابن حبان نے اوس کی توثیق کی
ہے اور دوسرے طریق میں ایک شیخ ہے
جس کا نام معلوم نہیں ہوا اور دونوں (طریق کی)
حدیثوں پر ابوداؤد نے سکوت کیا ہے (تو
ثابت ہوا کہ حدیث بے اصل نہیں) اور ابن
الصلاح نے جو علوم حدیث میں (اس کے
خلاف) ذکر کیا ہے کہ اونکو احمد بن حنبل سے
یہ خبر پہونچی کہ چار حدیثیں ہیں جو بازاروں میں

باشتراط قبول الهدیة بعدم الاشراف

۱۲۵

لیس لھا اصل منھا للسائل
حق الحدیث فانہ لا یصح عن
احمد فقد اخرج حدیث
الحسین بن علی فی مسندہ
ف فیہ عدم الحکم بالقرائن
الظنیۃ فیما یضر صاحبہ ککون
السائل غنیا وھو من
اخلاق القوم۔

الحدیث لما قال لہ
حارثۃ انا مؤمن حقا
فقال وما حقیقۃ
ایمانك الحدیث البزار
من حدیث انس
والطبرانی من حدیث
الحارث بن مالك و
کلا الحدیثین ضعیف
وتمامہ قال عزفت[1] نفسی
فاستوی عندی حجرھا
وذھبھا وکانی
بالجنۃ والنار وکانی

[1] فی القاموس عزفت نفسی عنہ زھدت فیہ وانصرفت عنہ او ملتہ ۱۲م

دائر ہیں جن کی کوئی اصل نہیں اونمیں سے
ایک یہ ہے للسائل حق الخ تو یہ قول احمد سے
صحیح نہیں ہے کیونکہ خود احمد نے اس حدیث
کو اپنی مسند میں حسین بن علی سے روایت
کیا ہے **ف** اسمیں یہ مضمون ہے کہ صاحب
معاملہ کو جس میں ضرر ہو اوسیں قرائن ظنیہ
پر حکم نہ کرنا چاہیئے جیسے سوار دیکھکر اوسکو
غنی سمجھ لیا جاوے اور یہی عادت ہے صوفیہ کی
حدیث جب آپ سے حارثہ نے عرض کیا
کہ میں مومن ہوں آپنے فرمایا تمھارے
ایمان کی حقیقت کیا ہے الخ روایت کیا
اسکو بزار نے حدیث انس سے اور طبرانی
نے حدیث حارث بن مالک سے اور دونوں
حدیثیں ضعیف ہیں اور تتمہ حدیث کا یہ ہے
کہ حارثہ نے (حقیقت ایمان کے سوال
کے جواب میں) عرض کیا کہ میرا نفس دنیا
سے ہٹ گیا پھر میرے نزدیک دنیا کا
سنگ اور زر برابر ہوگیا اور (مجھکو
مشاہدہ قلب سے نہ کہ مشاہدہ عین سے
ایسا معلوم ہوتا ہے) گویا میں جنت و
دوزخ پر مطلع ہوں اور گویا میں اپنے

۱۲۶ عدم الحکم بالقرائن الظنیۃ
[illegible]

بعرش ربی بارزا
فقال صلی اللہ علیہ
وسلم عرفت فالزم
عبد نور اللہ قلبہ
بالایمان **ف** فیہ
صفات الکاملین
ومعنی الحدیث اوردہ
الرومیؒ فی مثنویہ
بعد اربعۃ اخماس
من الدفتر الاول مع
معنے الحدیث الاول من کتاب
الخوف والرجاء وخلط بینہما
مع تعددہما وساذکرہما فی الشطر
الباقی عن غیر العراقی مفصلا
ان شاء اللہ تعالیٰ وفیہ عوف
ابن مالک مکان
حارثۃ
الحدیث الطبرانی من
روایۃ ابی العالیۃ ان
العباس بنی غرفۃ
فقال لہ النبی صلی اللہ

پروردگار کے عرش پر مطلع ہوں کہ نمایاں
ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔
(واقعی) تمکو معرفت حاصل ہوگئی بس اسکی
جمے رہو (اور اونکی نسبت یہ بھی فرمایا کہ)
یہ ایک بندہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے
قلب کو ایمان سے منور فرمایا ہے **ف** اس میں
صفات کاملین کی مذکور ہیں اور اس
حدیث کے مضمون کو مولانا رومی اپنی
مثنوی میں دفتر اول کے چار خمس کے بعد لائے
ہیں مع مضمون اوس حدیث کے جو کتاب
الخوف میں سب سے پہلی حدیث ہے اور
دونوں حدیثوں کو ایک کر دیا حالانکہ
دونوں الگ الگ ہیں (مگر اس سے
اصل مقصود میں کوئی خلل نہیں ہوا) و
اس تعدد کی تحقیق انشاء اللہ تعالیٰ شطر باقی
میں غیر العراقی میں آوے گی اور اوس میں
بجائے حارثہ کے عوف بن مالک ہیں
حدیث طبرانی نے ابو العالیہ کی
روایت سے نقل کیا ہے کہ حضرت
عباس نے ایک بالاخانہ (بلا ضرورت
بنایا تہا ورنہ بضرورت خود حضور کے یہاں

بعض صفات الکاملین
بعض صفات کاملین

۱۲۷

علیه وسلم اهدمها الحدیث
وهو منقطع وحدیث مر
بجنبذة معلاة فقال
لمن هذه قالوا لفلان
فلما جاءه الرجل اعرض
عنه الحدیث ابو داؤد
من حدیث انس باسناد
جید بلفظ فرای قبة
مشرفة وتمامه فلم
یکن یقبل علیه کما کان
فسأل الرجل اصحابه عن
تغیر وجهه صلی الله علیه
وسلم فاخبر فذهب فهدمها
فمر رسول الله صلی الله علیه
وسلم بالموضع فلم یرها
فاخبر بانه هدمها فدعا له
ف فیهما ذم للتفاخر
والترفع والتکلف فوق الحاجة
والمسئلة کالمتفق
علیه بین القوم
علما وعملا (باقی آئندہ)

بالاخانہ تھا) اون سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا اسکو منہدم کرادو الخ اور یہ حدیث
منقطع ہے اور یہ حدیث کہ آپ ایک
بلند قبہ پر گذرے اور پوچھا کہ یہ کس کا ہے
لوگوں نے عرض کیا کہ فلاں کا ہے جب وہ
شخص آپکے پاس حاضر ہوا آپنے اوس سے
مونہ پھیر لیا اس حدیث کو ابوداؤد نے
حدیث انس سے باسناد جید نقل کیا ہے
ان الفاظ سے کہ حضور نے ایک بلند قبہ
دیکھا اور تتمہ اوسکا یہ ہے کہ آپ (آنے
کے وقت) اوس کی طرف اتنے متوجہ
نہیں ہوئے جیسے پہلے ہوتے تھے اوس نے
اپنے دوستوں سے یا آپکے اصحاب سے آپکے رخ بدلنے
کیوجہ پوچھی۔ لوگوں نے بتلا دیا اوس نے جاکر
اوسکو منہدم کردیا پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اوس
موقع پر گذر ہوا تو اوسکو نہ دیکھا اور آپ کو خبر دی
گئی کہ اوس نے اوسکو منہدم کردیا آپنے اوس کے
لئے دعائے خیر فرمائی ف ان دونوں حدیثوں
میں مذمت ہے تفاخر اور ترفع اور تکلف زائد
از حاجت کی اور یہ مسئلہ علماً و عملاً اہل طریق
میں مثل متفق علیہ کے ہے (باقی آئندہ)

مرتبہ گنبد ۱۲

۱۲۸

ذم التکلف والترفع
ذم تکلف اور ترفع

حاشیہ حکایت (۹۶) قولہ مذہب یہ تھا اجلوا **قول** یہی ارشاد ہے حضرت عمرؓ کا ابھموا ما ابھمہ اللہ تعالیٰ مگر یہ علوم محضہ میں ہے اور جن علوم کا تعلق اعمال سے ہے اُن میں تفصیل و تفسیر کا ضروری ہونا تمام علماء کا مجمع علیہ ہے (**ش ت**)

(۹۷) خانصاحب نے فرمایا کہ شاہ عبد العزیز صاحب کے پہلے خادم میاں کریم اللہ تھے جب میاں کریم اللہ کا انتقال ہوگیا تو انکے بجائے اُنکے بیٹے میاں عید و شاہ صاحب کی خدمت کرنے لگے یہ میاں عید و فرماتے تھے کہ جو شخص شاہ عبد العزیز صاحب کے زمانہ میں جامع مسجد (دہلی) کے امام تھے وہ بیان فرماتے تھے کہ ایک بخاری بزرگ جامع مسجد میں آکر ٹھیرے اور کئی روز تک ٹھیرے رہے یہ صاحب اسقدر نیک تھے کہ انکا مستحب تک ترک نہ ہوتا تھا۔ اشراق چاشت صلوٰۃ الاوابین تک پر مداومت کرتے تھے میں نے ان سے دریافت کیا کہ آپ کس غرض سے تشریف لائے ہیں انھوں نے فرمایا کہ میں یہاں کے بزرگوں سے ملنے آیا ہوں مگر نہ مجھے یہ معلوم ہے کہ یہاں کون کون بزرگ ہیں اور نہ یہ کہ وہ کہاں کہاں رہتے ہیں اور نہ میری کسی سے شناسائی ہے کہ وہ رہبری کرے میں نے کہا کہ یہاں کے بزرگوں سے میں آپ کو ملاؤں گا مگر اتنی درخواست ہے کہ آپ عارف ہیں جن جن بزرگوں کی جو جو کیفیت جناب کو معلوم ہو اسکو مجھ سے بیان فرمادیا جاوے انھوں نے اسکو منظور فرمایا میں اول انکو شاہ غلام علی صاحب کی خدمت میں لے گیا شاہ غلام علی صاحب بہت مدارات سے پیش آئے اور یہ بزرگ انکی خدمت میں دیر تک رہے جب وہاں سے رخصت ہوئے تو میں نے دریافت کیا کہ حضرت فرمایئے کیا کیفیت ہے آپ نے فرمایا کہ کچھ نہ پوچھو بہت بڑا شخص ہے میں کوئی ولایت نہیں دیکھتا جسمیں اسکے طریقت کی نہریں نہ بہتی ہوں اسکے بعد میں انکو شاہ عبد العزیز صاحب کی خدمت میں لے گیا وہاں بھی بہت دیر تک بیٹھے جب وہاں سے رخصت ہوئے تو میں نے عرض کیا کہ ان کی کیفیت بیان فرمایئے انھوں نے فرمایا اللہ اکبر یہ تو شاہ غلام علی صاحب سے شریعت میں بھی بڑھے ہوئے ہیں اور طریقت میں بھی انکی شریعت کی نہریں میں تمام عالم میں دیکھتا ہوں اور ان کو اللہ تعالےٰ ایک زمانہ تک قائم رکھے گا اسکے بعد میں انکو شاہ عبد القادر صاحب کی خدمت میں لے گیا وہاں بہت

۱۱۳

ہیبت زدہ بیٹھے اور تھوڑی دیر بیٹھے وہاں سے واپسی مین مین نے ان کی کیفیت دریافت کی تو انھوں نے فرمایا کہ انکی حالت میں کچھ نہیں بیان کرسکتا کیونکہ جب میں نے اکبری مسجد کی سیڑھیوں پر قدم رکھا ہے تو جو کچھ میرے پاس تھا سب سلب ہوگیا اور میں کورا رہگیا اور جب واپس ہوکر سیڑھیوں پر آیا تو پھر مجھے ملگیا۔

حاشیہ حکایت (۹۷) قولہ سب سلب ہوگیا **اقول** یہ مغلوبیت ہوتی ہے بشکل مسلوبیت جیسے نور کواکب نور شمس سے کالعدم ہوجاتا ہے (**اشت**)

(۹۸) خانصاحب نے فرمایا کہ مولوی عبدالقیوم صاحب مولوی محمود بہلتی مولوی اعلم علی صاحب فرماتے تھے کہ شاہ عبدالعزیز صاحب کے زمانہ میں کسی شخص پر جن آیا اسکے قرابت دار اسکو شاہ عبدالعزیز صاحب شاہ غلام علی صاحب اور دوسرے بزرگون کے پاس لے گئے اور سب نے جھاڑ پھونک گنڈے تعویذ کیئے مگر کچھ افاقہ نہ ہوا اتفاق سے شاہ عبدالقادر صاحب اسوقت دہلی میں تشریف نہ رکھتے تھے جب شاہ صاحب تشریف لائے تو انکی طرف بھی رجوع کیا شاہ صاحب نے جھاڑ دیا وہ اسی روز اچھا ہوگیا جب شاہ عبدالعزیز صاحب کو اسکی اطلاع ہوئی تو آپ نے شاہ صاحب سے پوچھا میاں عبدالقادر تم نے کونسا عمل کیا تھا انھوں نے فرمایا کہ حضرت میں نے تو صرف الحمد پڑھ دی تھی اسپر شاہ صاحب نے دریافت فرمایا کہ کسی خاص ترکیب سے پڑھی تھی انھوں نے فرمایا کہ ترکیب کوئی نہیں فقط یا جبار کی شان میں پڑھ دی تھی۔ اھ (میں نے خانصاحب سے اس جملہ کا مطلب پوچھا انھوں نے فرمایا کہ مطلب میں بھی نہیں سمجھا راویوں نے یہ ہی الفاظ فرمائے تھے

حاشیہ حکایت (۹۸) قولہ مطلب میں بھی نہیں سمجھا **اقول** احقر کے ذہن مین جو بے تکلف مطلب آیا اسکو بسبیل احتمال عرض کرتا ہوں کہ کاملین میں ایک درجہ ہے ابوالوقت کہ وہ جس وقت جس تجلی کو چاہیں اپنے اوپر وارد کرلیں کذا سمعت مرشدی رح پس عجب نہیں کہ حضرت شاہ صاحب نے اسوقت اپنے پر جبار کی تجلی کو وارد کیا ہو اور اسکی مظہریت کی حیثیت سے اسکو توجہ سے دفع فرما دیا ہو (**اشت**)

(۹۹) خانصاحب نے فرمایا کہ قاری عبدالرحمن صاحب پانی پتی اور مولوی عبدالقیوم

صاحب نے فرمایا کہ شاہ اسحٰق صاحب کے زمانہ میں دلی مین ایک عرب عالم تشریف لائے۔ ایک امیر نے ان سے مولود پڑھنے کی درخواست کی انھون نے منظور فرمالیا اُسکے بعد وہ امیر شاہ اسحٰق صاحب کی خدمت مین حاضر ہوا اور آکر عرض کیا کہ میرے یہاں میلاد ہے حضور بھی تشریف لائیں اگر حضور تشریف لائینگے تو میں ان عالم مولودخوان کو سات سو روپیہ دونگا ورنہ کچھ نہ دونگا جب مولود کا وقت ہوا شاہ اسحٰق صاحب اس محفل میں شریک ہوتے محفل سادہ تھی روشنی وغیرہ حد اسراف تک نہ تھی اور قیام بھی نہیں کیا گیا تھا ذکر میلاد منبر پر پڑھا گیا تھا اسکے بعد جب شاہ صاحب حج کو تشریف لیجاتے ہوئے بمبئی پہنچے ہیں تو وہاں انکے ایک شاگرد تھے جسکا نام غالباً عبد الرحمن تھا ذکر میلاد کروایا اور اس میں بھی شاہ صاحب کو شرکت کی دعوت دی شاہ صاحب اس میں بھی شریک ہوتے اس محفل کا رنگ بھی اس امیر کی محفل کے قریب قریب تھا اور یہاں بھی نہ قیام ہوا تھا اور نہ روشنی وغیرہ زیادہ تھی جب جلسہ ختم ہوا تو شاہ صاحب نے فرمایا کہ عبد الرحمن تم نے تو بدعت کا کوئی دقیقہ نہیں چھوڑا یہ قصہ بیان فرماکر خانصاحب نے فرمایا کہ میں نے یہ قصہ صرف اتنا ہی سُنا ہے نہ کسی نے یہ بیان کیا کہ شاہ صاحب کیوں شریک ہوتے اور نہ یہ کہ ایک جگہ نکیر فرمایا اور دوسری جگہ خاموش رہے اسکا کیا سبب ہے)

حاشیہ حکایت (۹۹) قولہ فی آخر القصۃ نہ کسی نے یہ بیان کیا الخ

اقول احقر یہ سمجھا کہ محفل تو اس رنگ سے فی نفسہ بدعت نہ تھی مگر ایسی ہی محفل کا اگر رواج ہو جاوے تو شدہ شدہ مفضی الی البدعۃ ہو سکتی ہے تو شاگرد کی اس محفل میں تو کوئی ضرورت نہ تھی اسلئے اس افضاء پر نظر فرماکر نکیر فرمایا اور شرکت اباحۃ پر نظر کرکے فرمالی خاص کر جب شرکت میں یہ مصلحت بھی ہو کہ نکیر کا اثر زیادہ ہوگا ورنہ عدم شرکت میں عدم مشاہدہ کے وسوسہ سے اثر کم ہوتا اور امیر کی محفل میں ضرورت تھی ان مسافر صاحب کی اعانت ہو جانے کی اسلئے نکیر نہیں فرمایا صرف اباحۃ پر نظر فرمائی واللہ اعلم (**ش ت**)

(۱۰۰) خانصاحب نے فرمایا کہ مولوی محمد حسن مرادآبادی کے والد مولوی احمد حسن شاہ عبد الغنی صاحب کے حدیث میں شاگرد تھے مگر اعمال وغیرہ میں بدعات کا رنگ تھا قوالی سنتے تھے عرسوں وغیرہ میں بھی شریک ہوتے تھے اس وجہ سے شاہ عبد الغنی صاحب نے

ان کو حدیث کی سند بھی نہ دی تھی اسی زمانہ میں خورجہ میں ایک شخص یعقوب خان نام تھے یہ شخص فارسی میں نہایت قابل اور اُردو کے بہت اچھے شاعر تھے میر کے رنگ میں شعر کہتے تھے مگر ان کا دیوان مرتب نہیں ہوا یہ کہا کرتے تھے کہ وادی پر خار میں یا میر گیا ہے یا میں اور میر کا یہ شعر پڑھتے تھے ؎

ماجرا برہنہ پائی کا ہمارے مجنون ✤ خار سے پوچھ کہ سب نوک زبان ہی اسکو

اور اپنے یہ شعر پڑھتے تھے۔

ہل کے خار وسیع دشت غربت میں ✤ آبلے پھوٹ پھوٹ کر روئے

ایضاً ہم نے چاہا کہ اٹھیں دشت جنوں سے یعقوب ✤ آبلے پاؤں پڑے خار نے دامن پکڑا

ایضاً فرہاد نہ پوچھ سختی ہجر ✤ دن آج پہاڑ سا کٹا ہے

یہ یعقوب خان خاندان عزیزی کے عقائد پر تھے اور مراد آباد میں داروغہ تھے ایک روز یہ اپنے دروازہ میں بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے میں مولوی احمد حسن صاحب قوالی میں سے تشریف لائے انھوں نے دریافت کیا کہ مولوی صاحب کہاں سے آرہے ہو فرمایا کہ کیا بتاؤں کہاں سے آرہا ہوں جھک مارکے آرہا ہوں گوہ کھاکے آرہا ہوں۔ ۱۱۶

حاشیہ حکایت (۱۰۰) **قولہ** کیا بتاؤں **اقول** اسکی وجہ حکایت آیندہ میں آتی ہے۔

(۱۰۱) خانصاحب نے فرمایا کہ مولوی محمد نور صاحب مراد آبادی فرماتے تھے کہ جب مولوی احمد حسن صاحب کا انتقال ہونے لگا تو اسوقت میں بھی موجود تھا اور کمرو غیرہ دبارہا تھا انھوں نے فرمایا کہ تم لوگ گواہ رہنا کہ میں تمام بدعات سے جن میں میں مصروف تھا توبہ کرتا ہوں اور عقائد میرے پہلے بھی بُرے نہ تھے ہاں افعال نفس کی شرارت سے ضرور خراب تھے سو میں اب ان سے بھی توبہ کرتا ہوں۔

حاشیہ حکایت (۱۰۱) **قولہ** عقائد میرے پہلے بھی بُرے نہ تھے۔
اقول یہی ہے وہ مضمون جسکا حوالہ حکایت بالا کے حاشیہ میں دیا گیا ہے۔
(**شت**)

(باقی آیندہ)

حبیب بن شہید نے میموں بن مہران سے انھوں نے یزید بن اصم سے نقل کیا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ تم بڑے ہو یا میں ؟ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ بڑے اور بہتر تو مجھ سے آپ ہی ہیں مگر عمر میری زیادہ ہے" یہ حدیث بہت غریب ہی اسلئے جمہور علمائے اخبار، سیر و آثار نے بیان کیا ہے کہ صدیق اکبر مع اپنی مدتِ خلافت کے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی عمر یعنی ترسٹھ[۶۳] برس[۵۱] کو پہنچے۔

آپ نے مکہ معظمہ ہی میں پرورش پائی اور تجارت کی ضرورت کے علاوہ آپ کبھی مکہ مکرمہ سے باہر نہیں نکلے۔

حلیہ شریف

حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کا رنگ گورا، قد کشیدہ، پیشانی بلند، آنکھیں اندر کی جانب دھسی ہوئی تھیں۔ ابن سعد[۵۲] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ آپ کا رنگ گورا، بدن چھریرا، رخسار مبارک ذرا پچکے ہوئے، بلند پیشانی تھی۔ آپ کا پاجامہ نیچے کو کھسکتا جاتا تھا۔ پیشانی پر پسینہ آتا رہتا، آنکھیں نیچے رکھتے تھے، انگلیوں کی جڑیں گوشت سے خالی تھیں۔ آپ کی ڈاڑھی گھنی اور سفید تھی جسکو مہدی لگایا کرتے تھے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو سوائے حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کے کسی کی ڈاڑھی کھچڑی نہیں ہوئی تھی اس کے بعد آپ مہدی یا کسم سے خضاب کرنے لگے۔

حضرت صدیق کا اسلام

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ زمانہ جاہلیت میں بھی سرداران قریش سے تھے ان میں نہایت مالدار تاجر اور متمول اور ہر دلعزیز ہونے کے علاوہ مدبر، منتظم، عقیل و فہیم اور ذکاوت و دور اندیشی میں شہرہ آفاق اور عفیف، پارسا اور صدق و دیانت میں مشہور تھے

[۵۱] کتاب الاستیعاب جلد ۲ صفحہ ۶۲۶ ۱۲ منہ [۵۲] تاریخ الخلفاء ۱۲ منہ۔

معزز محفلوں میں صدر مجلس بنائے جاتے، تمام باشندگان عرب میں قابل وقعت سمجھے جاتے تھے زمانہ جاہلیت میں دیت کے فیصلے آپ ہی کے متعلق تھے جب کسی بات کی ذمہ داری کر لیتے تو تمام قریش اسکو مانتے اور آپ کی ذمہ داری کا پاس و لحاظ کرتے اگر کوئی اور ذمہ داری کرتا تو اسکی بات نہ مانتے تھے۔

سیدنا محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوت ظاہر ہونے سے پہلے بھی وہ آپ کے سچے دوست اور آپ کی مجلس مبارک میں ہر وقت کے حاضر باش تھے اور ورقہ بن نوفل وغیرہ علماء اہل کتاب کی باتیں سن سنکر ہمیشہ اسکے منتظر رہتے تھے کہ دیکھئے وہ دن کب نصیب ہوتا ہے کہ سیدنا محمد صلے اللہ علیہ وسلم خلعت رسالت سے مشرف ہوں اور میں آپ کی اتباع کا فخر حاصل کروں۔

ابن کثیر نے اسد الغابہ میں ذکر کیا ہے کہ ابن داب یعنی عیسے بن یزید نے روایت کی ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بیان کرتے تھے کہ میں ایک دن کعبہ کے قریب بیٹھا ہوا تھا اور زید[۱۵] بن عمرو بن نفیل بھی وہاں بیٹھے ہوئے تھے امیہ بن ابی الصلت اُنکے

۱۴!

---

[۱۵] زید بن عمرو بن نفیل بن عبد العزی بن ریاح بن عبد اللہ بن قرط بن رزاح بن عدی بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر ابن مالک قریشی عدوی سعید بن زید کے والد ماجد ہیں جو عشرہ مبشرہ میں تھے اور عمر بن خطاب کے چچازاد بھائی ہیں نفیل میں اُن کا نسب حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ملجاتا ہے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے لوگوں نے زید کے بارے میں دریافت کیا آپنے فرمایا کہ زید تنہا ایک جماعت کے برابر قیامت میں ہونگے زمانہ جاہلیت میں آپ خدا کی عبادت کیا کرتے اور ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دین تلاش کرتے تھے۔ خدا کی وحدانیت کے قائل تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ میرا خدا ابراہیم کا خدا ہے میرا دین ابراہیم کا دین ہے (کذا فی اسد الغابہ)

علامہ شیخ احمد شہاب الدینؒ نے اپنی کتاب میں نقل کیا ہی کہ "زید بن عمرو بن نفیل بن عبد العزی جو عمر بن خطاب کے چچازاد بھائی ہیں نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے مبعوث ہونے سے پیشتر دین ابراہیمی کی جستجو میں سرگردان رہتے، بتوں کیلئے قربانی کرنے، مردار کا گوشت اور خون کھانے سے احتراز کیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ آپ ورقہ بن نوفل کے ہمراہ ملت ابراہیمی کی تلاش میں ملک شام کی طرف نکلے جب دونوں یہودیوں کے پاس ہو کر گذرے تو انہوں کے انکے سامنے اپنا دین پیش کیا ورقہ تو یہودی ہو گئے زید نے یہودیوں کا مذہب نہیں قبول کیا پھر دونوں نے نصاری سے ملاقات کی تو انہوں نے بھی اپنا دین پیش کیا ورقہ نے تو مذہب نصاری اختیار کر لیا۔ زید نے نصرانی ہونے سے انکار کر دیا اور کہنے لگے کہ یہ ادیان بھی ہماری قوم کے دین کی طرح شرک کی تعلیم دینے میں برابر ہیں اسکے بعد انکا گذر ایک راہب پر ہوا اُس نے آپسے کہا کہ (بقیہ صفحہ آئندہ پر)

پاس آیا اور اُن سے پوچھا کہ اے طالب خیر تمہارا کیا حال ہے؟ زید نے کہا اچھا حال ہے!
امیہ نے پوچھا کہ کیا تم اپنا مقصود پا گئے؟ زید نے کہا نہیں اگرچہ جستجو میں ہوں اور یہ شعر پڑھا ؎

کل دین یوم القیامۃ الا + ما قضی اللہ بہ والحنیفۃ بور

تمام ادیان قیامت کے روز بجز اس دین کے جسکا اللہ تعالےٰ نے حکم دیا ہے اور بجز ملت حنفیہ کے ہلاک ہوجائینگے

(بقیہ صفحہ سابق) تم ایسا دین تلاش کرتے پھرتے ہو جس کا وجود روئے زمین پر نہیں پایا جاتا۔ زید نے دریافت کیا وہ کونسا دین ہے؟

راہب۔ دین ابراہیمؑ۔

زید۔ دین ابراہیمؑ کیا تعلیم دیتا ہے؟

راہب۔ دین ابراہیمؑ یہ سکھاتا ہے کہ صرف خدا تعالیٰ ہی کی عبادت کرو، اسکا کسیکو شریک نہ بناؤ، قبلہ رخ ہو کر نماز پڑھو۔ زید تا زیست اسی حالت پر قائم رہے" (کتاب القلیوبی مطبوعہ مجیدی پریس صفحہ ۹۴)

آپ قریش کے بھینٹوں کی بُرائیاں کرتے اور کہتے تھے کہ بکری کو خدا تعالےٰ نے پیدا کیا، اسکے لئے آسمان سے پانی برسایا، زمین سے گھاس اُگائی پھر تم غیر اللہ کے نام پر اسکو ذبح کرتے ہو؟ انکا یہ کہنا صرف اس فعل کے انکار اور خدا تعالےٰ کو بزرگ و برتر جاننے کی غرض سے تھا۔ عروہ نے اسماء بنت ابی بکر سے روایت کی ہے" انھوں نے کہا کہ میں نے زید بن عمرو بن نفیل کو خانہ کعبہ سے پشت لگائے ہوتے دیکھا کہ کہہ رہے تھے کہ" اے گروہ قریش خدا کی قسم میرے سوا دین ابراہیمؑ پر تم سے کوئی نہیں ہے اور آپ کہا کرتے تھے اے اللہ اگر میں ترا پسندیدہ طریقہ عبادت جانتا تو میں اسیطرح تیری عبادت کرتا لیکن افسوس میں اس سے واقف ہی نہیں ہوں پھر اپنی ہتھیلی پر سجدہ کرتے۔

ابن اسحق نے بیان کیا ہے کہ خطاب بن نفیل نے زید بن عمرو بن نفیل کو اسقدر تکلیفیں پہونچائیں کہ وہ پریشان ہوکر مکہ کی بلندی پر چلے گئے اور غار حرا میں جاکر فروکش ہوئے خطاب نے مکہ کے نوجوانوں اور جاہلوں کو لگادیا کہ انکو مکہ میں آنے دیں زید مکہ میں علانیہ طور پر نہیں داخل ہوسکتے تھے اور جب پوشیدہ داخل ہوجاتے اور اُن لوگون کو خبر ہوتی تو خطاب کو جاکر اطلاع دیتے وہ اُن کو تکلیف دیتے اور وہاں سے نکلوا دیتے تھے اس خوف سے کہ کہیں لوگوں کا دین نہ بگاڑ دیں اور کوئی انسے الگ ہوکر اُن کا پیرو نہ بنجائے زید کہا کرتے تھے کہ اے گروہ قریش تم اپنے کو ریا سے بچاؤ کیونکہ یہ محتاجی پیدا کرتا ہے نبوت سے پانچ برس قبل آپ کا انتقال ہوگیا ورقہ بن نوفل نے ان کا مرثیہ کہا ؎

رشدت وانعمت ابن عمرو وانما + تجنبت تنوراً من النار حالیا
اے ابن عمرو تم نے راہ ہدایت پائی اور تم آگ کے تنور سے بچ گئے
بدینک رباً لیس رب کمثلہ + وترکک اوثان الطواغی کما ھیا
اسلئے تمنے ایسے پروردگار کی عبادت شروع کی جسکی مثل کوئی دوسرا نہیں۔ اور تم نے سرکش بتوں کی پرستش چھوڑدی
وقد یدرک الانسان رحمۃ ربہ + ولو کان تحت الارض ستین وادیا
کبھی انسان کو پروردگار کی رحمت اس حال میں پہنچ جاتی ہے کہ وہ تحت الثریٰ میں پہنچنے کے قریب ہے

آپ مینعہ مقام میں مدفون ہوئے اور بعض مورخین کا قول ہے کہ وہ حرا کی جڑ میں قبر ہے (کذا فی اسد الغابہ مع ادنی تغیر) ۱۲ منہ۔

15

پھر دریافت کیا اچھا بتاؤ تو یہ نبی جنکا انتظار رہے ہم میں سے ہونگے یا تم میں سے یا اہل فلسطین سے حضرت ابوبکر نے کہا کہ میں نے اس سے پہلے کبھی نہ سُنا تھا کہ کسی نبی کا انتظار ہے یا وہ مبعوث ہونگے اسکے بعد وہان سے اُٹھکر میں ورقہؓ بن نوفل کے پاس آیا ان کی نظر کتب آسمانی پر زیادہ تھی اور ان کا دل بہت بولتا تھا میں نے ان سے سب حال بیان کیا انھون نے کہا "اے میرے بھتیجے تمام اہل کتاب اور علما اس بات پر متفق ہیں کہ یہ نبی جنکا انتظار ہے عرب کے اعلےٰ خاندان سے ہونگے میں نسب سے واقف ہون تمہاری قوم عرب کے اعلےٰ خاندان میں ہے حضرت ابوبکرؓ کہتے تھے میں نے کہا اے چچا نبی کیا بات کہتے ہیں؟ انھوں نے کہا جو اُن کو خدا کی طرف سے حکم ملتا ہے وہ بیان کرتے ہیں اور کبھی ظلم کی بات نہیں کہتے چنانچہ جب نبی صلے اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے تو میں آپ پر ایمان لایا اور آپ کی تصدیق کی۔

نیز ابن کثیر نے اسد الغابہ مین حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے واسطہ سے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی اسلام کا قصہ اسطرح بیان کیا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق فرماتے تھے کہ ایکمرتبہ نبوت محمدیہ سے پہلے میں نے یمن کا سفر کیا وہاں پہنچکر قبیلہ ازد کے ایک شیخ کے یہاں مہمان ہوا جو کہ کتب سماویہ کا عالم ہونے کے علاوہ دوسرے علوم سے بھی واقف اور بہت لوگوں سے علم میں بڑھا ہوا تھا اس نے مجھکو دیکھتے ہی کہا کہ میرا خیال ہے کہ تم زمین حرم کے رہنے والے ہو۔　۱۶

ﻟﮧ ورقہ بن نوفل بن اسد بن عبدالعزیٰ بن قصی قوم قریش سے تھے عبری زبان جانتے تھے توریت و انجیل کے ماہر تھے انجیل کا ترجمہ عبرانی زبان سے عربی زبان میں کیا کرتے تھے آپ نے زمانہ جاہلیت ہی میں بت پرستی سے بیزار ہوکر دین حق کی تلاش کیلئے ملک شام کا سفر کیا تھا اور وہان بہت تحقیق و تفتیش کے بعد مذہب نصاری قبول کر لیا لیکن ابن عبدالبر نے لکھا ہے کہ اول یہودی ہوگئے تھے اسکے بعد نصرانی ہوئے بہت بوڑھے تھے اور اندھے بھی ہوگئے تھے سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے جب ابتدائی وحی کی کیفیت اُن سے بیان فرمائی تو انھون نے کہا آپ خوش ہون کہ آپ کو خدا نے نبی کیا اور جو فرشتہ آپ پر نازل ہوا ہے یہ وہی ناموس ہے جو حضرت موسیٰ و عیسےٰ علیہما السلام پر نازل ہوا کرتا تھا آپکو عنقریب تبلیغ کا حکم ملے گا اور آپ کی قوم کے لوگ آپکے دشمن ہوجائینگے اور آپ کو مکہ سے نکال دینگے کاش میں اسوقت زندہ رہتا تو آپ کی اچھی طرح مدد کرتا" مگر اسکے چند ہی روز بعد نبوت کے تیسرے یا چوتھے سال ورقہ کی وفات ہوگئی بعض علماء نے لکھا ہے کہ مردوں میں سب سے پہلے ورقہ مسلمان ہوئے اور بعض نے بیان کیا ہے کہ انھون نے نبوت کا زمانہ پایا رسالت کا زمانہ نہیں پایا ۱۲ منہ۔

(باقی آئندہ)

عربی زبان و ترجمہ قرآن آسانی کیساتھ سکھانیوالی نئی کتابین

عربی زبان کا قاعدہ

اس قاعدہ میں صیغوں اور ضمیرون کی پہچان ایسے آسان طریقہ سے بتائی گئی ہے کہ اگر بچونکو اُردو کی پہلی دوسری کتاب پڑہاکر یہ قاعدہ شروع کرادیا جائے تو وہ نہایت آسانی سے صیغوں و ضمیروں کو پہچاننے اور عربی سے اُردو۔ اُردو سے عربی ترجمہ کرنے لگیں گے قیمت ۴ر

علم الصرف حصہ اوّل و دوم

عربی علم صرف کی پہلی منزل آسان کرنیکے لئے یہ رسالہ تالیف کیا گیا ہے۔ ماضی۔ مضارع۔ امر۔ نہی۔ نون ثقیلہ وغیرہ بنانیکا طریقہ بہت ہی سلجھاکر نثر و نظم اُردو میں بیان کیا گیا ہے جسکے پڑہنے سے مبتدی صرف کی تمام گردانیں اچھی طرح سمجھ کر یاد کرلیتا ہے (طبع دوم) قیمت ۵ر

علم الصرف حصہ سوم

اس رسالہ میں تعلیل کے ضروری قاعدے بہت آسان طریقہ سے اردو میں بیان کئے گئے ہیں اور چند معتل ابواب کی پوری پوری گردانیں جدولون میں درج کیگئی ہیں آخر میں ابواب معتلہ کا ایسا جامع نقشہ دیا گیا ہے جس سے ہر باب کی تمام بگڑی ہوئی صورتیں معلوم ہوجاتی ہیں غرضیکہ اپنی شان کا عجیب و غریب رسالہ ہے قیمت ۶ر

روضۃ الادب فی تسہیل کلام العرب

عربی زبان بولنے اور تحریر و ترجمہ میں مہارت پیدا کرنیکے لئے روضۃ الادب بے مثل کتاب ہے۔ اسکی ترتیب نہایت پیاری اور معنی خیز ہے اسمیں جو ضروری اور کارآمد جملے لکھے گئے ہیں وہ بہت دلچسپ اور مفید ہیں جو شخص انکو یاد کریگا اسکی عربی زبان نہایت صاف ستھری اور فصیح ہوجائیگی (طبع دوم) قیمت آٹھ آنے۔ (۸ر)

عربی صفوۃ المصادر مع لغات جدیدہ

کئی سو ضروری و کارآمد عربی مصادر مع صرف صغیر (ماضی و مضارع) مثل فارسی آمدنامہ کے جمع کئے گئے ہیں جنکو طلبہ بہت آسانی سے یاد کرسکتے ہیں ایسے ہی بہت سے ضروری لغات لکھے گئے ہیں۔ اسم و فعل کا ایسا ضروری مجموعہ اس ترتیب سے آجتک شائع نہیں ہوا۔ قیمت ۶ر

علم النحو

اس رسالہ میں عربی نحو کے ضروری اور اہم مسائل نہایت آسان اردو میں لکھے گئے ہیں بہت سے ایسے خاص مسئلے جو بڑی بڑی کتابیں پڑہنے سے معلوم ہوتے ہیں وہ اس رسالہ میں پہلے ہی سمجھا دیئے ہیں اور ایک عجیب بات یہ ہے کہ عربی مثالوں کی ترکیب بھی ساتھ کے ساتھ بتائی ہے اور دوسرے جملے اسی قسم کے لکھکر طلبہ سے ترکیب دریافت کی ہے اگر مسائل نحو کے ساتھ ہی ترکیبی مرحلہ بھی طے کرادیا گیا ہے۔ تاکہ پھر عربی ترکیب کی مشق بڑہانے میں طلبہ کو کوئی دشواری پیش نہ آئے۔ قیمت چھ آنے۔ (۶ر)

المشتہر: محمد عثمان تاجر کتب دریبہ کلان دہلی

از عمدۃ المحققین زبدۃ المفسرین حکیم الامتہ سراج الملۃ حضرت مولٰنا محمد اشرفعلی صاحب مدفیوضہم

مسائل السلوک مع رفع الشکوک

فدائیان شریعت و طریقت و شیدائیان معرفت وحقیقت کو ہم دلی مسرت کے ساتھ یہ مژدہ جانفزا سناتے ہیں کہ کتاب مستطاب مسائل السلوک مع رفع الشکوک حسب وعدہ تاریخ مقررہ پر طبع ہوگئی ہی۔

یہ کتاب علم تصوف کے جواہرات کا بے بہا خزینہ اور دریائے معرفت میں شناوری کرنیکا عمدہ سفینہ ہی تبع شریعت کے لئے نایاب تحفہ اور سالک طریقت کیلئے بیمثل رہنما ہی۔ ہمت افزائے اہل سلوک و دافع شبہات وشکوک ہی۔ اسرار ومعارف کی کان ہے۔ شریعت کی روح اور طریقت کی جان ہے اتمام حجت ہے اور محبین کے لئے موجب ازدیاد محبت ہے اسکی ہر سطر مدلول آیات قرآنی اور ہر لفظ مصور کیف روحانی ہے۔

پس کہاں ہیں علم تصوف پر نکتہ چینی کرنیوالے۔ اور کدہر ہیں طریقت کو شریعت سے جدا بتانے والے۔ وہ آئیں اور مسائل السلوک کا مطالعہ کرکے اپنی غلطی پر متنبہ ہوں۔ انشاء اللہ تعالے ہر ایک مسئلہ پر آیت قرآنی سے استدلال دیکھکر انکو واضح ہوجائیگا کہ شریعت عین طریقت اور طریقت عین شریعت ہے۔ ان دونون مین تفریق کرنا اور ایک کو دوسرے کے غیر بتانا سراسر بے دینی وجہالت ہے۔

یہ بات ہم پہلے اعلان میں بتا چکے ہیں کہ مسائل السلوک تھوڑی تعداد میں طبع ہوئی ہی اسلئے خریداری میں جلدی کریں ورنہ بعد میں شکایت فضول ہوگی کتاب نہ ملنے سے طبیعت ملول ہوگی۔ قیمت تین روپے چار آنے۔ علاوہ محصول ڈاک۔

المشتہر محمد عثمان تاجر کتب دریبہ کلان دہلی